اُجالا

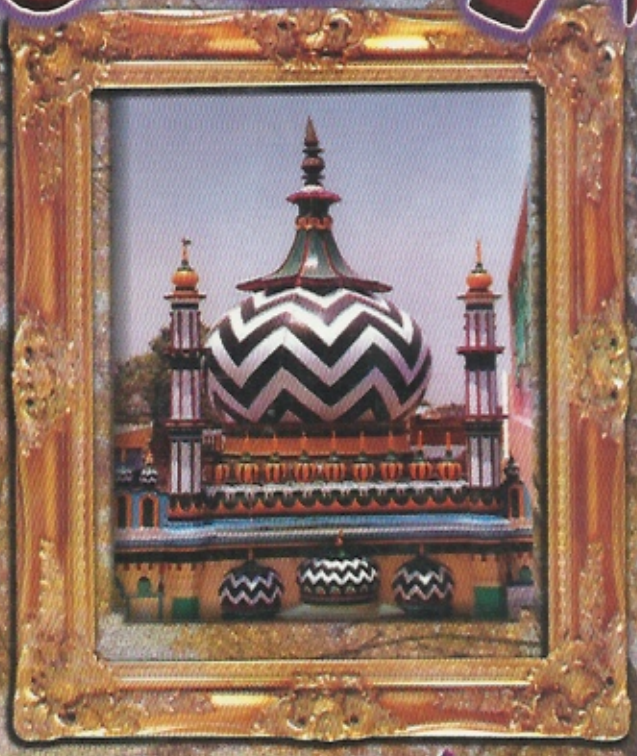

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم اے، پی ایچ ڈی

ادارۂ مسعودیہ
۶/۲، ۵۔ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ مسعودیہ کراچی

۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

نام کتاب ..... اُجالا

تصنیف ..... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سن اشاعت ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

صفحات ۴۸

ناشر ..... ادارۂ مسعودیہ، کراچی

ہدیہ .....

ملنے کے پتے

☆☆☆

۱۔ ادارۂ مسعودیہ: ۲/۶، ۵۔ای ناظم آباد، کراچی۔فون 6614747

۲۔ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز۔: ضیاء منزل (شوگن مینشن)

محمد بن قاسم روڈ آف ایم، اے، جناح روڈ، عیدگاہ کراچی فون نمبر 2633819-2213973

۳۔ فرید بک اسٹال: 38۔اردو بازار، لاہور، فون:042-7224899-7312173

۴۔ ضیاء القرآن: 4۔انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی فون:2630411-2210212

۵۔ مکتبہ غوثیہ: پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی نمبر ۵

فون:4910584-4926110

۶۔ مکتبہ الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم: کڈہالہ (مجاہدہ آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر

ماہ و سال

۱۔ ولادت باسعادت	۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء
۲۔ ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء
۳۔ پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء
۴۔ پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء
۵۔ دستار فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
(بعمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن)	
۶۔ آغاز فتویٰ نویسی	۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
۷۔ آغاز درس و تدریس	۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
۸۔ ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء
۹۔ فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت،	ربیع الاول ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۵ء
۱۰۔ فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء
۱۱۔ بیعت و خلافت	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۲۔ پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۳۔ پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۴۔ شیخ احمد بن زین بن دحلان مکیؒ سے اجازت احادیث	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۵۔ مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن السراج سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۶۔ شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکیؒ سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۷۔ احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۸۔ مسجد حنیف (مکہ معظمہ) میں بشارت مغفرت	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء

۳۶۔ شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت؛ ۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۷۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۸۔ شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد الہندہ الامۃ"؛ یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۹۔ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین"۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۴۰۔ علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب؛ قبل ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۱۔ ملت اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۲۔ بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۳۔ مسجد کانپور کے قضیے برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ؛ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۴۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی۔ مابین ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

۴۵۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء؛ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

۴۶۔ صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ؛ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

۴۶۔ تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔ تقریباً ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء

۴۷۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

۴۸۔ امریکی ہیأۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

۱۹۔ زمانہ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح
کے عدم جواز کا فتویٰ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء

۲۰۔ تحریک ترک گاؤکشی کا سدباب ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء

۲۱۔ پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء

۲۲۔ اردو شاعری کا سنگھار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء

۲۳۔ فرزند اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء

۲۴۔ ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء

۲۵۔ تحریک ندوہ سے علیحدگی۔ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

۲۶۔ مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں
فاضلانہ تحقیق۔ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

۲۷۔ قصیدۂ عربیہ آمال الابرار و آلام الاشرار کی تصنیف ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء

۲۸۔ ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس
پٹنہ میں شرکت؛ رجب ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء

۲۹۔ علماء ہند کی طرف سے خطاب "مجدد مائۃ حاضرہ" ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء

۳۰۔ تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

۳۱۔ دوسرا حج اور زیارت حرمین طیبین ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

۳۲۔ امام کعبہ شیخ عبد اللہ میرداد اور ان کے استاذ شیخ
حامد احمد محمد حدادی مکی کا مشترکہ استفتاء۔ اور
احمد رضا کا فاضلانہ جواب ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۳۔ علماء مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت و خلافت ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۴۔ کراچی آمد اور مولانا عبد الکریم درس سندھی سے ملاقات ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۳۵۔ احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل
خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت؛ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء

۴۹۔ آئزک نیوٹن اور آئن اسٹائین کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق؛ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۰۔ ردّ حرکت زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق۔ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۱۔ فلاسفۂ قدیمہ کا ردّ بلیغ۔ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۲۔ دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر۔ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۳۔ تحریک خلافت کا افشائے راز۔ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۴۔ تحریک ترک موالات کا افشائے راز۔ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۵۔ انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان؛ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۶۔ وصال۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

۵۷۔ مدیر "پیسہ اخبار" لاہور کا تعزیتی نوٹ۔ یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ / ۳ نومبر ۱۹۲۱ء

۵۸۔ سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تتوی کا تعزیتی مقالہ؛ ۱۳۴۱ھ / ستمبر ۱۹۲۲ء

۵۹۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی ایف ملّا کا خراج عقیدت؛ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء

۶۰۔ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت؛ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء

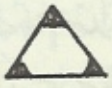

بِاسْمِہٖ تعالیٰ

۱

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے ـــــ نشیب و فراز آتے رہتے ہیں ـــــ کبھی اجالا، کبھی اندھیرا ـــــ کبھی اندھیرا، کبھی اجالا ـــــ زمین پر بسنے والے جب نور کو ترستے ہیں ـــــ ظلمت کے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں ـــــ مٹے مٹے نقوش ابھرتے چلے آتے ہیں ـــــ روشنیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں ـــــ ہر طرف اُجالا ہی اجالا نظر آتا ہے ـــــ راستہ صاف ہو جاتا ہے ـــــ نظروں سے اوجھل منزل، نظروں کے سامنے آنے لگتی ہے ـــــ ڈگمگاتے ہوئے قدم، جمنے لگتے ہیں ـــــ پست حوصلے، بلند ہونے لگتے ہیں ـــــ قافلے والے دھیرے دھیرے جمع ہونے لگتے ہیں ـــــ پھر وہی کوس رحیل ـــــ پھر وہی بانگ درا ـــــ پھر وہی دھوم دھام کہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ!

ایک صدی گزرتی نہیں کہ غبار چھانے لگتا ہے ـــــ زمانے کا عمل جس طرح اجسام کو متاثر کرتا ہے ـــــ افکار کو بھی متاثر کرتا ہے ـــــ افراد کے احوال بدلتے رہتے ہیں ـــــ افکار کی چمک دمک ماند پڑنے لگتی ہے ـــــ ملت کا حال دگرگوں ہونے لگتا ہے ـــــ تو پھر وہ چمکانے والا، چمکانے والوں کو بھیجتا ہے جو اندھیروں میں اجالا کرتے ہیں ـــــ رسولوں اور نبیوں کا سلسلہ تو بند ہو گیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آ چکے ـــــ ہاں مگر مجدّد آتے رہیں گے ـــــ اندھیروں میں اُجالا کرتے رہیں گے ـــــ ماحول بدلتے رہیں گے ـــــ انقلاب لاتے رہیں گے ـــــ آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے ـــــ جاتے رہیں گے، آتے رہیں گے ـــــ زندگی کی طرح رواں دواں رہیں گے۔

۲

اوائل چودھویں صدی ہجری میں مسلمانان پاک و ہند کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تمدنی حالات دگرگوں تھے ـــــ نئے نئے خیالات، نئے نئے تصورات، نئے نئے نظریات سامنے آرہے تھے ـــــ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں ـــــ کوئی کہہ رہا تھا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو وہ اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مگن ہوجانے سے بدرجہا بُرا ہے ـــــ کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ـــــ کوئی کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی کے برابر ہیں اور آپ کی ایسی عزت کی جانی چاہیے جیسے بڑے بھائی کی کی جاتی ہے۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب میں آخر نبی ہیں ـــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے ـــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں کو منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا ناجائز ہے، خواہ یہ محفلیں شریعت کے مطابق ہی کیوں نہ ہوں ـــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے، ایسا علم تو بچوں، دیوانوں، جانوروں، درندوں سب کو حاصل ہے۔

ـــــ کسی نے قرآن پر اعتراض کیا ـــــ کسی نے حدیث پر اعتراض کیا ـــــ کسی نے ائمہ دین پر اعتراض کیا ـــــ کسی نے سلف صالحین پر اعتراض کیا۔ ـــــ کسی نے صوفیائے کرام پر اعتراض کیا ـــــ کسی نے علمائے حق پر اعتراض کیا ـــــ اور دل کی وہ زمین جہاں کبھی یقین و ایمان بسا کرتے تھے، اب وہاں شکوک و شبہات بسیرا کرنے لگے ـــــ یہ تھا اوائل چودھویں صدی کا مذہبی ماحول ـــــ!

سیاسی ماحول یہ تھا ـــــ اوّل اوّل یہ تحریک چلائی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے قریب لایا جائے ـــــ پھر تحریک چلی کہ ہندو بھائیوں کی خاطر

گائے کی قربانی ترک کردی جائے ـــــ اور اس طرح پاک و ہند سے اسلامی شعار کو مٹانے کی کوشش کی گئی ـــــ ایک تحریک اٹلی کے خلاف چلی اور مسلمانوں کی ترکی ٹوپیاں نذر آتش کردی گئیں کیوں کہ ان کا کپڑا اٹلی سے آتا تھا ـــــ ایک تحریک چلی کہ جنگ عظیم میں انگریز فوجوں کے ساتھ لڑنے کے لئے (عربوں اور ترکوں کے خلاف) پاک و ہند کے مسلمان فوجیوں کو بھیجا جائے، اس طرح ہزاروں مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ـــــ یہ سارا خون خرابہ اس امید پر کرایا گیا کہ ہندوستان کو خون شہداء کے عوض آزادی ملے گی مگر وہ اُس وقت نہ ملنا تھی، نہ ملی ـــــ پھر تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلائی گئی اور اس کے پردے میں ہندوستان کی آزادی کا خواب دیکھا گیا اور مسلمانوں کو بے دست و پا کیا گیا ـــــ مسلمانوں کے پاس پہلے ہی کیا تھا ـــــ جو کچھ تھا وہ اس بہانے لینے کی کوشش کی گئی ـــــ اس پر بس نہیں کیا ـــــ تحریک ہجرت چلا کر مسلمانوں کو ان کی زمینوں اور جائیدادوں سے محروم کیا گیا ـــــ تحریک کھدر چلا کر ایک طرف مسلمان پارچہ بافوں کی کمر توڑ دی گئی اور دوسری طرف کھدر کی گاندھی کیپ تیار کرکے صافوں اور ترکی ٹوپیوں کی جگہ پہنائی گئی۔ ـــــ اس طرح پاک و ہند سے اسلام کی نشانیاں مٹانے کی کوشش کی گئی ـــــ تحریک ترک حیوانات چلا کر قصابوں کا کاروبار سرد کیا گیا

- - - - - - - - - - - - - - - - ـــــ الغرض ہر تحریک مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی طور پر کمزور کرتی چلی گئی اور مسلمان اپنی سادہ لوحی یا کوتاہ اندیشی کی بناء پر ان تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور انجام سے بے خبر رہے ـــــ انجام کی جب خبر ہوئی جب تباہی و بربادی نے آگھیرا بلکہ بعض لوگوں کو اس وقت بھی احساس نہ ہوا ـــــ اللہ اللہ بے حسی سی بے حسی تھی!

کفار و مشرکین ہند سے وداد و اتحاد کیا گیا ـــــ ان کو بھائی بنایا گیا ـــــ ان کو منبر رسول پر بٹھایا گیا ـــــ ان کے لئے مسجدوں میں فاتحہ خوانی کی گئی

ان کی خاطر مسلمانوں نے پیشانیوں پر قشقہ لگوایا ـــــ ان کی دلداری کے لئے گائے کی قربانی ترک کیگئی ـــــ گاندھی کو اپنا امام بنایا گیا، جو ہندوؤں کا سب سے بڑا قائد و رہبر تھا ـــــ عوام و خواص سب اس کے پیچھے چلنے لگے ـــــ ہندو لیڈروں کے چرنوں میں بیٹھنا باعث فخر سمجھا جارہا تھا۔ ـــــ ان کو سروں پر چڑھایا جارہا تھا ـــــ خود کو پیروں تلے پسوایا جارہا تھا ـــــ دین اسلام کے لالے پڑرہے تھے ـــــ شعار دین پر دھاوے بولے جارہے تھے ـــــ اسلامی تہذیب و تمدن کے نشان مٹائے جارہے تھے ـــــ مسلمانوں کو بے دست و پا کیا جارہا تھا ـــــ اسلام کی مستی ختم ہورہی تھی ـــــ وطن پرستی کا جنون بڑھ رہا تھا ـــــ مسلمان ہونا باعث فخر نہ رہا تھا ـــــ ہندوستانی ہونے پر فخر کیا جارہا تھا ـــــ اللہ اور اللہ والوں کی محبت پیچھے جارہی تھی ـــــ زمین اور اہل زمین کی محبت آگے بڑھ رہی تھی۔ ـــــ یہ تھا اس زمانے کا سیاسی ماحول!

اور معاشی حالات یہ تھے ـــــ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، ملازمت میں مسلمان پیچھے جارہے تھے ـــــ ان کی جائیدادیں اور زمینیں ہندوؤں کے پاس رہن تھیں ـــــ وہ سود در سود کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے، ـــــ مقدمے بازی کا وہ ذوق و شوق کہ گھر کا سارا اثاثہ لٹا کر قلاش ہوگئے؛ پیسے پیسے کو محتاج ہوگئے تو کوئی پرواہ نہیں ـــــ سیر و تفریح اور کھیل کود کا یہ چسکا کہ ان کی آن میں خون پسینے کی کمائی داؤ پر لگادی ـــــ اخلاقی حالات اس سے بھی گئے گزرے تھے ـــــ الغرض مسلمان معاشی طور پر ہندوؤں، انگریزوں اور خود اپنے نفس کے ہاتھوں گرفتار تھے ـــــ اور مستقبل میں ترقی و خوشحالی کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے؛

تہذیبی اور تمدنی حالات بھی اچھے نہ تھے ـــــ مسلمانوں کو انگریزی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنایا جارہا تھا ـــــ انگریزی تہذیب کی ایک ایک

ادا کو دلنشیں کیا جا رہا تھا ـــــ یہ زہر ایسا پھیلایا کہ آج تک اس سے چھٹکارا نہ مل سکا ـــــ اُدھر ہندو اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیں، اس مقصد کے لئے انھوں نے ایک بھرپور تحریک چلائی جس نے پاک و ہند کے درد مندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ـــــ مسلمانوں کو مرتد بنایا گیا ـــــ ہندو تہذیب کا رنگ اُن پر چڑھایا گیا۔

آج سے ایک صدی قبل یہ دگرگوں حالات تھے ـــــ ظلمت پر ظلمت چھا رہی تھی ـــــ اجالے کو لوگ ترس رہے تھے ـــــ رحمت باری کو جوش آیا اور پھر وہ آیا جس نے اندھیروں میں اجالا کیا ـــــ صراطِ مستقیم کا پتا بتایا ہاتھ پکڑ پکڑ کر راستے پر لگایا ـــــ ہدایت پر ایسا حریص کہ گمراہوں کی گمراہی پر بل کھاتا اور تڑپتا ـــــ وہ دل سے چاہتا تھا کہ چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہو ـــــ وہ اسلام کا شیدائی تھا ـــــ وہ اسلام کا فدائی تھا۔ ـــــ وہ اسلام کا متوالا تھا ـــــ کون ؟ ـــــ احمد رضا خاں بریلوی۔

۲

احمد رضا عالم اسلام کا جلیل القدر عالم تھا ـــــ عارف تھا ـــــ ایک عبقری تھا ـــــ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا ـــــ اس نے قرآن حکیم کا بیساختہ اور برجستہ اردو ترجمہ کیا ـــــ اور تفسیر لکھنی شروع کی تو سورۂ ضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۶۰۰ صفحات سے تجاوز کر گئی ـــــ وہ زندگی بھر بھی تفسیر لکھتا تو زندگی ختم ہو جاتی مگر تفسیر ختم نہ ہوتی ـــــ وہ علوم اسلامیہ کا بحرِ بیکراں تھا ـــــ جس سمت چلتا، چلتا چلا جاتا ـــــ احادیث پر مہارت و عبور کا یہ عالم کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء اس کو "امام المحدثین" کے خطاب جلیل سے نواز رہے ہیں ـــــ فقہ میں تبحّر کی یہ کیفیت جب ایک مکی عالم نے عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو بیساختہ پکار اٹھا "یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور اس کے مصنف کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے" ـــــ

اور جب ریاض یونیورسٹی کی کلیۃ الشریعۃ کے پروفیسر نے ایک عربی فتویٰ دیکھا تو وہ پھڑک اٹھا اور اس ایک فتوے سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ مفتی کتنا جلیل القدر فقیہ ہے ——— ! احمد رضا کی فقاہت کا عالم اسلام میں جواب نہ تھا ——— اس کے مخالف بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں ——— علمائے عرب نے اس کے سامنے استفتاء پیش کئے اور اس نے لاجواب، جواب دیئے ——— اس کی فقاہت پر ہندوستان کی پٹنہ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے ——— لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے پروفیسر اس کے فتوے مطالعہ کر رہے ہیں۔

۲

فقہ میں اس کے تبحر کا سکہ پاک و ہند کی عدالتوں کے ججوں پر بھی بیٹھا ہوا تھا ——— بھاول پور ہائی کورٹ کے جج سے جب ایک فیصلہ نہ ہو سکا تو اس نے حکم دیا کہ مقدمہ فیصلے کے لئے احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے ——— مقدمہ استفتاء کی صورت میں پیش کیا گیا اور احمد رضا نے ایسا فاضلانہ جواب دیا جس نے ججوں کو حیرت میں ڈال دیا ——— یہ فتویٰ فتاویٰ رضویہ کی گیارھویں جلد میں آج بھی موجود ہے ——— بمبئی ہائی کورٹ کا مشہور پارسی جج پروفیسر ڈی ایف ملا احمد رضا کی فقاہت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے ——— پاک و ہند میں فقہ میں دو نادر روزگار کتابیں لکھی گئیں ——— ایک فتاویٰ عالمگیری اور دوسری فتاویٰ رضویہ ——— یہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے ججوں کے احساسات اور تاثرات ہیں ——— احمد رضا کی حیات اور فکر کا ہر پہلو اس لائق ہے کہ اس پر تحقیق و ریسرچ کی جائے۔ بلاشبہ وہ بجائے خود ایک جہاں تھا۔

قرآن و تفسیر، حدیث، فقہ، توقیت و فرائض تو اس کے خاص میدان تھے مگر وہ پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں دسترس رکھتا تھا ——— یہی نہیں بلکہ ہر علم و فن میں وہ اپنی یادگار چھوڑ کر گیا ہے جن پر کام کرنا فرد واحد کے

بس کی بات نہیں ـــــ یہ ایک اکیڈمی کا کام ہے ـــــ راقم کے ذاتی کتب خانے میں تیس سے زیادہ علوم و فنون پر احمد رضا کے ایک سو سے زیادہ مخطوطات کے عکس موجود ہیں ـــــ مطبوعات اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد بھی ایک سو سے کم نہ ہوگی ـــــ ان میں بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ اہل علم دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور خود کو عاجز و درماندہ پاتے ہیں ـــــ اور وہ جو کبھی احمد رضا کو جاہل و کم علم کہتے تھے، ان نوادرات کو دیکھتے ہیں تو دم بخود رہ جاتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ احمد رضا کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا تھا، سراسر جھوٹ تھا ـــــ اللہ اللہ یہ نوادرات وہ ہیں جنھوں نے جاہل تو جاہل، عالموں کو بھی اعتراف جہل پر مجبور کر دیا ـــــ ! اللہ اکبر! احمد رضا کے علم و فضل کی بلندیاں تو دیکھیے کہ علما اس کے آگے سرنگوں ہیں۔ ـــــ احمد رضا کی شخصیت کا ایک پہلو نہیں، بیسیوں پہلو ہیں ـــــ ایک سے ایک تابناک ـــــ راقم نے احمد رضا کی بسیط سوانح کا خاکہ مرتب کیا تھا جو ۱۹۸۲ء میں کراچی سے شائع ہوگیا ـــــ اس میں احمد رضا کی سوانح کو پندرہ جلدوں میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے ـــــ جس کی شخصیت پندرہ جلدوں میں بھی نہ سمائے: اس کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

۳

احمد رضا موحد تھا ـــــ اس کے خیال میں توحید یہ نہیں تھی کہ محبوبان خدا سے پیٹھ پھیر کر اللہ کے آگے سر نیاز خم کیا جائے ـــــ اس کے نزدیک مقام محبوبیت میں محبوبان خدا غیر نہیں ـــــ ابلیس اس نکتہ کو نہ سمجھا اور مارا گیا ـــــ اگر اللہ کو ایک ماننا اور صرف و صرف اس کے آگے جھکنا توحید کا حقیقی مفہوم ہوتا تو ابلیس نہ مارا جاتا بلکہ اس کو انعام سے نوازا جاتا اور سب سے بڑا موحد تصور کیا جاتا ـــــ تحقیر و تذلیل آدم پر وہ مردود ٹھہرا اور مقام عظمت سے گر کر ذلت و خواری کی پستیوں میں دھکیل دیا گیا۔

——— احمد رضا کے خیال میں توحید یہ ہے کہ محبوبان خدا کی محبتوں اور عظمتوں سے دل کو آباد کر کے پھر اللہ کے آگے جھکا جائے کہ ویران دل جھکنے کے قابل ہی نہیں ۔

احمد رضا کے فکر و شعور پر اللہ چھایا ہوا تھا ——— وہ فکر و حیات کے ہر گوشے میں اللہ کی جلوہ گری دیکھنا چاہتا تھا ——— طبیعیات فلکیات، سیاسیات، معاشیات، غرض علم کی ہر شاخ اسی ایک اصل سے پھوٹ رہی ہے تو پھر اس کا ذکر کیوں نہ ہو؟ ہمارے صفحات اس کے ذکر سے خالی کیوں ہیں؟ ——— ہم نے اس کو کیوں بھلا دیا؟ ——— جس نے زندگی دی، ——— جس نے علم دیا ——— جس نے بولنا سکھایا ——— جس نے قلم پکڑنا بتایا ——— جس نے قلم چلانا سکھایا ——— جس کے احسان سے انسان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا ——— پھر ایسا احسان فراموش کیوں ہو گیا کہ اپنے منعم کو بھول گیا اور یہ سمجھ بیٹھا کہ سب کچھ خود ہی ہو رہا ہے۔

——— نہ طبیعات میں اللہ کا ذکر ہے ——— نہ کیمیا میں اللہ کا ذکر ——— نہ نباتیات میں اللہ کا ذکر ——— نہ حیاتیات میں اللہ کا ذکر ——— نہ معاشیات میں اللہ کا ذکر ——— احمد رضا کا کہنا تھا کہ کوئی علم و فن اس کے ذکر سے خالی نہ ہونا چاہیئے ——— یہ ایک ایسا انقلابی خیال تھا کہ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو دل و دماغ اس طرح ویران نہ ہوتے جس طرح آج ویران ہیں ——— احمد رضا کا اصرار تھا کہ ہر کتاب میں اس کا ذکر ہونا چاہیئے تاکہ پڑھنے والا شعور بندگی لیکر ابھرے ——— جس کو بندگی کا شعور آگیا، اسے زندگی کا شعور آگیا ——— جو بندگی سے بے خبر ہے وہ خود زندگی سے بے خبر ہے ——— اور ہاں احمد رضا نے ہر علم و فن میں لکھا۔ لیکن کہیں اپنے آقا و مولا کو فراموش نہ کیا ——— جو کچھ کہا، کر دکھایا اور آنیوالوں کو سبق دے گیا ۔

اللہ کے خیال نے اور اللہ کی یاد نے اسے ایسا مخلص بنا دیا تھا کہ اس کے اخلاص کو دیکھ دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کا اخلاص یاد آتا تھا ـــــ اس کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ ایسے ایسے فتوے لکھے اور ایسے ایسے رسالے اور کتابیں لکھیں جن کے سامنے دورِ جدید کے تحقیقات ہیچ ..... نظر آتے ہیں مگر ایک پائی نہ لی ـــــ تقریریں کیں مگر ایک پیسہ نہ لیا ـــــ تعویذات دیئے مگر ایک کوڑی نہ لی ـــــ وہ اخلاص کا پیکر تھا اس نے جو کچھ کیا اللہ کے لئے کیا ـــــ جو کچھ کہا اللہ کے لئے کہا ـــــ اس کی دوستی بھی اللہ کیلئے تھی اس کی دشمنی بھی اللہ کے لئے ـــــ اس نے کبھی نماز باجماعت ترک نہ کی ـــــ سفر و حضر میں اس نے نماز باجماعت کا اہتمام رکھا ـــــ مرض الموت میں بھی اس کو نماز یاد رہی ـــــ سکرات میں بھی وہ اللہ کو یاد کرتا رہا ـــــ اور یاد کرتے کرتے جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کی۔

۴

یہی اللہ کی محبت تھی جس نے اس کو اللہ کے محبوب کا شیدائی بنا دیا ـــــ وہ محبتِ مصطفےٰ اور عشقِ رسول کو مسلمانوں کی ملی زندگی میں بنیادی حیثیت دیتا ہے ـــــ قومیں عشق ہی سے زندہ رہتی ہیں ـــــ ملت مسلمہ بھی عشق ہی سے زندہ ہوئی ـــــ عشق ہی سے زندہ رہی ـــــ عشق ہی سے زندہ رہے گی ـــــ عشق جتنا محکم ہوگا، زندگی اتنی پائندہ ہوگی ـــــ احمد رضا محبت کی موت کو ملت کی موت سمجھتا تھا اس لئے اس نے محبت کی خاطر ملک گیر تحریک چلائی ـــــ دلوں کو مرنے نہ دیا ـــــ زندہ رکھا ـــــ اس کو معلوم تھا عشق و محبت نے صحابہ کو سرفراز کیا ـــــ وہ عشقِ مصطفےٰ کے ساتھ ساتھ علمِ مصطفےٰ کا بھی پرچار کرتا تھا ـــــ اس کا کہنا تھا کہ دنیا جہاں کے علوم قرآن میں ہیں ـــــ قرآن سینۂ مصطفےٰ میں، تو پھر سینۂ مصطفےٰ میں دنیا جہاں کے علوم کیوں نہیں ؟ ـــــ اس کے نزدیک علوم ما کان و ما یکون

سے باخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا سب سے بڑا امتیاز تھا۔
——— ڈاکٹر اقبال بھی احمد رضا کی تائید کرتے ہیں اور علوم غیبیہ کو نبوت کا امتیاز خاص قرار دیتے ہیں؛

احمد رضا کے پیش نظر شریعت مصطفوی تھی ——— دوست یا دشمن جس نے بھی شریعت کے خلاف قدم اٹھایا، اس نے سخت گرفت کی اور پوری قوت سے اس کی مزاحمت کی ——— اس کے سامنے شخصیات نہیں بلکہ شریعت تھی ——— اس نے شریعت کو پیمانہ بنایا ——— یہی اس کی فکر کا امتیاز خاص ہے؛

۵

اس نے انسان کی فکر و حیات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ——— نرمی سے، پیار سے، شدت سے اسے جس طرح بن پڑا اصلاحِ فکر و خیال کا فریضہ ادا کیا ——— احمد رضا کا خیال تھا کہ انسان میں اصل اس کا فکر و خیال ہے ——— اگر یہ صحیح ہے تو زندگی صحیح ہے، معاشرہ صحیح ہے، سیاست و حکومت صحیح ہے ——— اور فکر و خیال ہی صحیح نہیں تو کچھ بھی صحیح نہیں ——— دُنیا میں ساری افراتفری اسی خیال کے بگڑ جانے اور دل کے ویران ہو جانے سے پیدا ہوئی ہے ——— اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی خوش حالی کے لئے کوئی صنعت نہ لگائی ——— ہاں ایک دل کی صنعت لگائی اور دلوں کو بنایا ——— دلوں کو سنوارا ——— انسان بنائے ——— پھر جو اٹھے دیکھتے ہی دیکھتے خلیفۃ المسلمین بن گئے۔
——— سپہ سالار بن گئے ——— قائد و رہنما بن گئے ——— اور دنیا کے سامنے ایسی شاندار مثالیں چھوڑ گئے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ڈھونڈے سے نہ ملیں گی ——— تو اصل چیز دل و دماغ ہے ——— اس کے بگاڑ سے قومیں بگڑ جاتی ہیں ——— اس کے بگاڑ سے شہر ویران

ہو جاتے ہیں ـــــ اس کے بگاڑ سے انسان، انسان کا شکاری ہو جاتا ہے۔
ـــــ سفاک ہو جاتا ہے ـــــ خونخوار ہو جاتا ہے۔

۶

احمد رضا کی اصلاحی مہم کو بعض حضرات تکفیری مہم قرار دیتے ہیں اور ان اکابر کے نام گناتے ہیں، احمد رضا نے جن کی تکفیر کی ـــــ لیکن حقیقت یہ ہے چند دماغ والوں نے اسلام کا ایسا معیار پیش کیا ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان غریب و غربا کافر قرار پائے ـــــ وہ غریب و مسکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے متعلق فرمایا، اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکین ہی دنیا سے اٹھا اور مسکینوں ہی کے زمرے میں میرا حشر فرما۔ ہاں وہ چاہنے والے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بنایا تھا ـــــ ان دماغ والوں نے ان کو کافر قرار دے کر ـــــ کفر و شرک کا الزام لگا کر ان کو شہید کیا اور شہید کرایا ـــــ ان کے گھروں کو پامال کیا ـــــ ان کے مال و دولت کو لوٹا ـــــ ان کی عورتوں کو حلال جانا ـــــ اور ہر وہ کام کیا جو ایک مسلمان ایک کافر حربی کے ساتھ کرتا ہے ـــــ یہ سب کچھ ہوا مگر کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ داستانِ خونچکاں نہ سناؤ ـــــ دامن کے داغ نہ دکھاؤ ـــــ بھول جاؤ، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ـــــ دست قاتل کو بوسہ دو ـــــ قاتلوں اور قاتلوں کے ہم نواؤں کو برا نہ کہو ـــــ اللہ اللہ! یہ کونسی بستی ہے جہاں کا دستور ہی نرالا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا نے خواص کی گرفت کی اور عوام کو ان کی تلواروں اور ان کے فتووں سے محفوظ رکھا ـــــ وہ عوام کے پاسدار تھے ـــــ وہ عوام کے محافظ تھے ـــــ وہ سمجھتے تھے کہ بگاڑ علماء سے پیدا ہوتا ہے ـــــ ان کو ٹھیک کرنا اور صراط مستقیم دکھانا

ضروری ہے ـــــ انھوں نے خواہ مخواہ تکفیر نہ کی ـــــ وہ دیوانے نہ تھے۔
ـــــ ہزار فرزانے ان کی فرزانگی کے آگے ہیچ ہیں ـــــ تو پھر ایسا کیوں کیا؟
بات یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو بخار ہوگا، تو ڈاکٹر و حکیم اس کو بخار ہی بتائیں گے
ـــــ اور کوئی مجرم ہوگا، جج اس کو مجرم قرار دے گا ـــــ اب ڈاکٹر و
حکیم سے یہ کہنا کہ جس کو دیکھا بخار بتا دیا ـــــ اور جج سے یہ کہنا کہ جس
کو دیکھا مجرم بنا دیا ـــــ عجیب سی بات ہے ـــــ احمد رضا نے
جن جن کی تکفیر کی ان کے دامن بے داغ نہ تھے بلکہ خود ان کے معتقدین نے
اعتراف کیا کہ عبارات کا وہ مفہوم لیا جائے جو احمد رضا نے لیا تو یقیناً کفر عائد
ہوتا ہے ـــــ اصل میں نہ مریض بنایا جاتا ہے، نہ مجرم بنایا جاتا ہے ـــــ
ـــــ وہ تو اپنے اپنے فعل سے مریض و مجرم بنتے ہیں ـــــ حکیم و ڈاکٹر
کا کام یہ ہے کہ وہ مرض تشخیص کریں اور حکم لگائیں ـــــ جج کا کام یہ ہے کہ
وہ جرم کی نشاندہی کرے اور حکم لگائے ـــــ یہی کفر و شرک کا حال ہے۔
ـــــ ہر شخص اپنے اپنے قول و فعل سے کافر و مشرک بنتا ہے ـــــ کسی
کو کافر کہہ دینے سے کوئی کافر نہیں ہوتا ـــــ مگر اس کے کفر کی نشاندہی
اور اس کے کفر کا اعلان وہی کر سکتا ہے جو نبض کفر پہچانتا ہے ـــــ
ہر کس و ناکس فتویٰ نہیں لگا سکتا ـــــ مطالعہ کے دوران بڑھاپے
کی بعض معصوم صورتوں کی جوانیوں کا حال پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں ـــــ
ایک مفسر قرآن عالم جوانی میں عقل کے دوست اور اسلام کے دشمن نکلے
دوسرے مفسر قرآن وادیٔ الحاد میں سرگرداں نظر آئے ـــــ یہ حضرات
ان لوگوں میں سے ہیں جن کا تعاقب احمد رضا نے کیا تھا اور اُن کے قول و
عمل پر سخت گرفت کی تھی ـــــ میں تو یہ کہوں گا کہ احمد رضا کی شدید
تنقید نے اصلاح حال کا کام کیا ـــــ اس کی للکار خالی نہ گئی بلکہ یہ
کرامت دکھا گئی کہ عقل پرستوں اور دھریوں کو مفسر قرآن بنا دیا ـــــ

حقیقت میں احمد رضا کی تنقیدات و تعاقبات نے فتنوں کو دبایا ـــــ اور عقیدوں کو سدھارا ـــــ احمد رضا کے ہر فکر میں جان ہے ـــــ ہر فیصلے میں وزن ہے ـــــ احمد رضا نے ایسے فکر کی تعمیر کی جو اسلام سے مانوس تھا ـــــ ان کے مخالفین نے ایسے فکر کو پروان چڑھایا جو کفر سے مانوس اور اس کا دمساز تھا ـــــ احمد رضا کو یہ شکایت تھی کہ ان کے مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخیاں کیوں کرتے ہیں ـــــ مخالفین کو یہ شکایت تھی کہ احمد رضا ان کو اور ان کے اکابر کو برا کیوں کہتے ہیں ـــــ یہیں سے دونوں کے افکار کی بلندیوں اور پستیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۳

تاریخ کے مختلف مراحل میں مذہبی اور سیاسی قوتوں کا ٹکراؤ رہا ہے ـــــ سیاسی قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ مذہبی اور روحانی قوتوں کو اپنا دست نگر بنا لیں ـــــ اس کے لئے مختلف جتن کرتی ہیں ـــــ مختلف حربے استعمال کرتی ہیں ـــــ مگر اہل عزیمت ـــــ ہمت والے، دل والے ـــــ کبھی ان کی چال میں نہیں آتے ـــــ کبھی ان کے جال میں نہیں پھنستے ـــــ اپنے فرائض ادا کئے جاتے ہیں ـــــ احمد رضا کا سب سے اہم کارنامہ یہی ہے کہ اس نے مذہبی اور روحانی قوتوں کو سیاست جدیدہ کے زیر اثر نہ آنے دیا اور تن من دھن کی بازی لگا دی ـــــ اس نے سیاسی قوتوں سے ٹکراؤ لیا اور عافیت کوشی و مصلحت اندیشی کو قریب آنے دیا ـــــ وہ اپنے دور کے علماء و صوفیہ میں اس خصوص میں نہایت ممتاز نظر آتا ہے ـــــ اس کے عہد میں سیاسی قوتوں کا مذہبی قوتوں سے عظیم ٹکراؤ تھا ـــــ احمد رضا نہ ہوتا تو شاید اہل سیاست مذہبی قوتوں کو زیر دست بنانے میں کامیاب ہو جاتے بلکہ قریب قریب کامیاب ہو ہی رہے

تھے کہ احمد رضا کی پکار نے پانسا پلٹ کر رکھ دیا۔

۲

احمد رضا کو کفار و مشرکین ہند سے خواہ مخواہ کا بیر نہ تھا ـــــ کوئی ذاتی پرخاش بھی نہ تھی ـــــ بس وہ یہ چاہتا تھا کہ کفر اور اسلام کو اپنے اپنے دائروں میں رکھا جائے ـــــ وہ کفار و مشرکین کے ساتھ وہ سلوک روا سمجھتا تھا جو اسلام نے روا رکھا ہے ـــــ اُس کی خواہش تھی اسلام پھلتا پھولتا رہے اور کوئی اس گلشن کو برباد نہ کرنے پائے ـــــ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ اسلام کی عظمت و شوکت کسی دوسرے دین و مذہب کے بھینٹ چڑھا دیجائے ـــــ وہ دین کے عوض دُنیا کے سودے کو بہت گراں سمجھتا تھا ـــــ وہ مور و مگس پر نگاہ نہ رکھتا تھا ـــــ وہ تخیل ملکوتی اور جذبۂ لاہوتی کا مالک تھا ـــــ وہ عظمت مصطفےٰ کا امین تھا ـــــ وہ شوکت اسلام کا پاسدار تھا ـــــ یہی وجہ ہے کہ جب پاک و ہند کے بعض مسلمانوں نے سحر سیاست سے متاثر ہو کر شریعت کے تقاضوں کو نظر انداز کیا اور کفار و مشرکین ہند کے ساتھ ایسا اتحاد کیا جس سے اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی تذلیل ہونے لگی ـــــ شعار اسلام مٹائے جانے لگے ـــــ مسلمان بے دریغ قتل کئے جانے لگے ـــــ گھروں سے نکالے جانے لگے ـــــ نار نمرود میں ڈالے جانے لگے ـــــ تو پھر احمد رضا نے سختی کے ساتھ اس اتحاد کی مخالفت اور مزاحمت کی اور اپنی پوری توانائیاں اس اتحاد کے خلاف صرف کر دیں ـــــ انھوں نے اوّل روز جو فیصلہ کیا تھا، وہ اس پر قائم رہے ـــــ اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ احمد رضا بڑے غور و فکر کے بعد فیصلہ کرتے ہیں اسی لئے کبھی رجوع کی نوبت ہی ... نہیں آتی۔

سیاسی سطح پر تحریک خلافت چلائی گئی ـــــ تحریک ترک موالات چلائی گئی اور بہت سی تحریکیں چلیں جن کا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے ـــــ

ان تحریکوں کے پردے میں گھناؤنا کھیل کھیلا گیا جس کا بعض بے لوث اور مخلص اکابر اور کارکنوں کو اندازہ تک نہ تھا اس لئے وہ نیک دلی سے ان تحریکوں میں دل و جان سے شریک رہے ـــــ مگر احمد رضا نے پہلے ہی روز تاڑ لیا کہ بات کچھ اور ہے ـــــ دکھایا کچھ جا رہا ہے، ہے کچھ اور ـــــ گاندھی کی پیشوائی اور ہندوؤں کی ہم نوائی سے احمد رضا بھانپ گئے کہ ہندوؤں کے مفادات کے لئے مسلمانوں کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے ـــــ انھوں نے برملا اپنے اندیشوں کا اظہار کیا اور آنے والے خطروں سے آگاہ کیا ـــــ انھوں نے مسلمانوں کو للکارا ـــــ ان کی چیخوں نے آسمان و زمین ہلا کر رکھ دیئے ـــــ مگر عقلیں ماؤف ہو چکی تھیں ـــــ نگاہیں پٹ ہو چکی تھیں، کسی نے یہ نہ سوچا کہ جس تحریک میں ہندو اکثریت سے تعاون حاصل کیا جائے۔ اس تحریک سے مسلم مفادات کا تحفظ کیسے ہو سکتا ہے؟ ـــــ لیکن جب جذبات کی ظلمتیں چھٹنے لگیں ـــــ حقائق کی روشنیاں پھوٹنے لگیں ـــــ ہوش و خرد کی آنکھیں کھلنے لگیں تو بات سمجھ میں آنے لگی ـــــ احمد رضا کی نگاہِ تیز حادثات سے پہلے حادثات کا ادراک کر لیا کرتی تھی کہ وہ مردِ مومن کی نگاہ تھی ـــــ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتی تھی ـــــ حال والوں کو حال کی خبر نہیں، مگر ایک وہ ہے جو مستقبل میں جھانک کر وہ کچھ بتا رہا ہے، سن سن کر عقل والوں کی عقلیں حیران ہوتی جاتی ہیں۔

تحریک خلافت خالص اسلامی تحریک تھی ـــــ مگر جب اس تحریک میں ہندو اکثریت کو امام بنایا گیا اور ان کا بھرپور سہارا لیا گیا تو پھر احمد رضا نے للکار کر کہا کہ یہ اسلامی تحریک نہیں ہے ـــــ یہ تحریک سوراج ہے ـــــ ہندوستان کی آزادی کی تحریک دراصل ـــــ ہندوؤں کی آزادی اور مسلمانوں کی غلامی کی تحریک ہے ـــــ بات

سچ کہی تھی ـــــ اس وقت کسی نے مانی، کسی نے نہ مانی ـــــ مگر اب جن کو اللہ نے آنکھیں دی ہیں اور عقل دی ہے وہ مان رہے ہیں۔

احمد رضا نے دو قومی نظریہ کا نعرہ اس وقت بلند کیا جب ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح بھی ایک قومی نظریے کے دل و جان سے قائل تھے، احمد رضا کی آواز پاک و ہند میں گونجی ـــــ اس کی گونج دونوں کے کانوں میں پڑی، سیاسی تجربوں نے اور آنکھیں کھولیں ـــــ پھر یہ دونوں قائدین ایک قومی نظریہ کے دلدل سے نکل کر دو قومی نظریے کی جنت میں آئے اور ایک جہانِ نو کی تعمیر کی۔

۳

وہ لوگ جن کو دو قومی نظریے کی بات پسند نہ تھی ـــــ جو اپنے خیال میں مسلمانوں کے مفادات کے لئے کام کر رہے تھے مگر حقیقت میں ہندوؤں کے مفادات کے لئے کام کر رہے تھے ـــــ انھوں نے احمد رضا کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی ـــــ مشہور کیا گیا کہ احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ اور دمساز ہیں ـــــ جذباتی دور تھا ـــــ بات مشہور ہو گئی ـــــ تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ کبھی نہ بولا گیا ہوگا ـــــ احمد رضا انگریزوں سے بیزار تھے ـــــ اُن کی حکومت، اُن کی سیاست، ان کی تہذیب و تمدن، ان کی عدالت، ان کی زبان، غرض ان کی ہر چیز سے بیزار تھے ـــــ ان کا پیکر، ان کا گھر اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا جب کہ ان کے بعض مخالفین کے گھر انگریزی تہذیب و تمدن کا نمونہ بنے ہوئے تھے ـــــ راقم نے اپنے تحقیقی مقالے "گناہِ بے گناہی" میں اس الزام کی تحقیق کی ہے، یہ رسالہ ۱۹۸۳ء دوبار پاکستان سے شائع ہوا اور ایک بار ہندوستان سے ـــــ پاک و ہند کے طول و عرض میں اس کی پانچ ہزار کاپیاں پھیل چکی ہیں جو اہل علم کی نظروں سے گزریں اور سب نے بیک زبان

اعتراف کیا کہ احمد رضا پر انگریز پرستی کا الزام سراسر بہتان ہے۔

احمد رضا انگریزوں کے دمساز کیا ہوتے، انگریزوں کو تو اہل سنت سے پرخاش تھی ——— انھوں نے بہادر شاہ ظفر سے حکومت چھینی جو متصلب اور پکا سنی تھا ——— یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اہل سنت کے مقابلے میں ان کے مخالفین کے مدارس کی مدد کی ——— انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل اہلِ سنت کے مدارس پھل پھول رہے تھے، انقلاب کے بعد اوس سی پڑ گئی اور پاک و ہند میں ان کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے ——— انگریز سمجھتا تھا کہ فکر و نظر کی تعمیر مدارس میں ہوتی ہے اس لئے ایسے مدارس پر نظر رکھی جائے جہاں مجاہدین تیار ہوں مگر اس کسمپرسی کے عالم کے باوجود احمد رضا نے جو قلمی اور فکری جہاد کیا اس نے مسلمانوں کو زندہ کر دیا اور بالآخر ایسی تحریک چلی جس کے نتیجہ میں انگریزوں کو ہندوستان سے جانا پڑا ——— غور کرنے کی بات ہے کسی مکتب فکر کے علماء نے بحیثیت مجموعی پاکستان کے لئے اتنا کام نہیں کیا جتنا احمد رضا کے خلفاء، تلامذہ اور متبعین نے کیا ہے اور یہ اسی ذہنیت کی برکتیں تھیں جس کی تعمیر و تربیت میں احمد رضا نے برسوں صرف کئے ——— جس طرح گاندھی ملت ہندیہ کا خیر خواہ تھا، اسی طرح احمد رضا ملت اسلامیہ کا خیر خواہ تھا۔

۴

احمد رضا نے پاک و ہند کی مسلم اقلیت کے حقوق کی حفاظت میں اپنی جان اور عزت ناموس کی بھی پرواہ نہ کی ——— اکثریت، اقلیت کے حقوق کی پاسداری میں مخلص نہیں ہوتی اس لئے تحفظ حقوق کے لئے اقلیت کا بیدار رکھنا ضروری ہے ——— حقوق کی پامالی سے عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے اور جب یہ احساس بڑھ جاتا ہے تو علیحدگی کی باتیں ہونے لگتی ہیں،

——— پچھلی نسل اس تجربے سے گزر چکی ——— کفار و مشرکین ہند کی چیرہ دستیوں اور ناانصافیوں سے مسلمانانِ پاک و ہند میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوا ——— ملک تقسیم ہوا ——— پاکستان وجود میں آیا ——— پھر مشرقی پاکستان میں اسی قسم کی صورتِ حال پیدا ہوئی ——— پاکستان تقسیم ہوا ——— بنگلہ دیش وجود میں آیا ——— دانا و بینا وہ ہے جو تاریخ کے تجربات و حادثات سے سبق حاصل کرے ——— ہاں بات تھی مسلمانانِ پاک و ہند کے احساس عدم تحفظ کی ——— اکثریت اپنی چالاکی اور عیاری سے مسلم اقلیت کو اپنے دام میں گرفتار کرنا چاہتی تھی ——— احمد رضا نے بروقت خبردار کیا ——— وہی اکثریت، اقلیت کا پاس و لحاظ رکھ سکتی ہے جو خداترس ہو اور خداترسی، دین کی سچی محبت اور خدا و رسول کی اطاعت سے پیدا ہوتی ہے ——— پاکستان میں نام کے مسلمان سہی مگر پھر بھی ان کے جذبۂ رواداری کا یہ عالم ہے کہ ۳۶ سال سے پاکستان میں غیر مسلم اقلیت چین و سکون سے رہ رہی ہے، جب کہ ہندوستان میں ہزاروں فسادات ہو چکے ——— اور لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں ——— ہندوستانی مسلمانوں کے سروں پر ہر وقت موت کے سائے منڈلاتے رہتے ہیں ——— مگر وہ اپنی فطری جواں مردی کی وجہ سے بے خوف و خطر زندگی گزارتے ہیں ——— شاد باد اے ہمت مردانہ!

۵

احمد رضا دین کو قوم کی اساس سمجھتا تھا ——— اس کے خیال میں دین نہیں، تو کچھ نہیں۔

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

وہ دین کے لئے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار تھا مگر دین کو جان

سے لگائے رکھتا تھا ـــــ دین کی محبت سیکھنی ہے تو اس سے سیکھئے ـــــ
ـــــ دین کا راز سمجھنا ہو تو اس سے سمجھئے ـــــ دین کی سمجھ پیدا کرنی
ہو تو اس کے قریب آئیے ـــــ وہ دین سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل
نہ تھا ـــــ وہ بیدار تھا ـــــ ایسا بیدار جس نے خوابیدہ قوم
کو بیدار کر دیا ـــــ اس کو اسلامی تہذیب و تمدن سے پیار تھا ـــــ
ـــــ وہ اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا اور سب کو اسلامی رنگ میں
رنگنا چاہتا تھا ـــــ اسے غیر اسلامی تہذیب و تمدن سے نفرت تھی ـــــ
ـــــ یہ تنگ نظری نہیں، خود نگری ہے ـــــ جو قومیں احساس کمتری
میں مبتلا ہوں ـــــ اپنی ہر چیز سے نفرت ـــــ اغیار کی ہر چیز سے
پیار ـــــ ایسی قومیں پنپ نہیں سکتیں ـــــ ترقی کے لئے خود نگری
ضروری ہے ـــــ احمد رضا تہذیب و تمدن کی ہر ادا میں اسلام کی
نسبت تلاش کرتا تھا ـــــ آج ہمارا یہ حال ہے کہ جس شے کو جرمنی
فرانس، انگلستان، جاپان وغیرہ سے نسبت ہو، وہ اچھی لگتی ہے ـــــ
ـــــ اس کو پا لینے کا جنون ہے ـــــ کاش ہماری چاہتوں کا یہ
جھکاؤ اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے تو کیا ہی بات ہے؛
ہمیں ہر وہ چیز اچھی لگنی چاہیئے جس کو اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نسبت ہو ـــــ احمد رضا کی چاہتوں کی دنیا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات اقدس تھی ـــــ اس کو ہر وہ چیز پسند تھی جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو پسند تھی ـــــ اس کو ہر اس چیز سے پیار تھا جس سے محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبت تھی ـــــ اسی چاہت نے اس کو عربی زبان
سے پیار سکھایا ـــــ وہ عربی کا ایسا باکمال ادیب تھا جس کا لوہا اہلِ
عرب بھی مانتے تھے ـــــ اس نے دو سو سے زیادہ کتابیں عربی زبان
میں لکھیں۔

۴

سائنس اور علوم جدیدہ ریاضیہ میں احمد رضا کو جو مہارت حاصل تھی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم نے اس کا بچشم خود مشاہدہ کر کے کہا تھا کہ "یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے"۔ ــــــ احمد رضا کی مہارت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب ۱۹۱۹ء میں سان فرانسسکو (امریکہ) کے ایک ہیئۃ داں نے نیوٹن کے نظریۂ کشش ثقل کے تحت ممالک متحدہ امریکہ کی تباہی اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں زلزلوں اور طوفانوں کی پیش گوئی کی تو احمد رضا نے فوراً اس کا تعاقب کیا اور اپنی تحقیق سے اس کی پیش گوئی کو باطل قرار دیا ــــــ یہ ایک بڑا چیلنج تھا جو احمد رضا نے قبول کیا ــــــ جس دن کے لئے پیش گوئی کی گئی تھی جب وہ دن آیا تو کچھ نہ ہوا ــــــ دنیا کے ماہرین ہیئۃ دوربینیں لئے آسمان کو تکتے رہے کہ تباہی اوپر سے آنی تھی مگر وہ نہ آنی تھی نہ آئی ــــــ مغربی دنیا پر احمد رضا کی یہ پہلی کامیابی تھی ــــــ احمد رضا نے نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے، ان پر تنقید کی ہے اور اپنی فاضلانہ تحقیقات دنیا کے سامنے پیش کی ہیں ــــــ اس کی کتابیں معین مبین، نزول آیات فرقان، فوز مبین اور الکلمۃ الملہمہ وغیرہ اسی قسم کی تحقیقات پر مشتمل ہیں ــــــ علوم جدیدہ میں احمد رضا کی مہارت دیکھ کر اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل اور ماہر ریاضی داں پروفیسر مولوی حاکم علی، احمد رضا کی طرف متوجہ ہوئے اور اتنے متاثر ہوئے کہ احمد رضا کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دے دیا ــــــ وہ احمد رضا کے ہاں لاہور سے بریلی آتے جاتے تھے اور اس سے علمی استفادہ کرتے، اس کے ہاں سائنسی تجربے کرتے ــــــ علوم جدیدہ میں احمد رضا کے عربی، فارسی، اردو میں بہت سے رسائل و حواشی ہیں، چند ایک شائع ہوئے ہیں، باقی

سب قلمی ہیں جو اہلِ علم و فن کے لئے قابلِ مطالعہ ہیں ـــــ احمد رضا سائنس کو قرآن کی روشنی میں پرکھنے کا قائل تھا ـــــ اس کے نزدیک قرآن کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب حکمت بھی ـــــ جس دور میں مرعوب و مغلوب عقلیں قرآن میں تاویلیں کر کر کے سائنسی نظریات کو سچا ثابت کر رہی تھیں اور قرآن کو سائنس کی روشنی میں دیکھ رہی تھیں اُس دور میں صرف اور صرف احمد رضا نے یہ نعرہ لگایا کہ قرآن کی روشنی میں سائنس کو پرکھو ـــــ یہ بات جذباتی نہیں عقلی ہے ـــــ قرآنی نظریات قطعی ہیں، ارتقا پذیر نہیں ـــــ سائنس کے نظریات ظنی اور ارتقا پذیر ہیں ـــــ آج جو ثابت کیا جاتا ہے کل اس کو خود سائنسداں باطل قرار دے دیتے ہیں، جو شئے ظنی ہو اس کو یقینی اور قطعی نہیں کہہ سکتے ـــــ احمد رضا کا کہنا تھا کہ ظنی افکار کو قطعی افکار کی روشنی میں پرکھو اور جانچو ـــــ جس طرف احمد رضا نے توجہ دلائی وہ خود سائنس دانوں کے لئے مفید تھی، ماضی سے حال میں فائدہ اٹھانا دانائی ہے ـــــ مگر علمی حلقوں میں تعصب و تنگ دلی نے حال کو ماضی سے محروم رکھا ـــــ قرآن کو انجیل محرّف پر قیاس کیا اور دنیا کے دانشور ایک بڑی دولت سے محروم رہے۔

۲

احمد رضا سائنس اور علوم ریاضیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ ایک باکمال شاعر بھی تھا ـــــ یہ بات سخت حیران کن ہے۔ اسی لئے ازہر یونیورسٹی، قاہرہ کے پروفیسر محی الدین الوائی نے جو اب مدینہ یونیورسٹی میں ہیں کہا تھا ـــــ "پرانا مقولہ ہے کہ علمی تحقیقات اور نازک خیالی یکجا نہیں ہو سکتے مگر احمد رضا نے اس مقولے کو باطل کر دکھایا" ـــــ احمد رضا کا شعری مجموعہ حدائق بخشش دیکھئے

پھر فلسفہ قدیمہ پر الکلمۃ الملہمہ پڑھیے ـــــ فلسفہ جدیدہ پر فوز مبین مطالعہ کیجیے ـــــ فقہ حنفی میں فتاویٰ رضویہ دیکھیے ـــــ ہر جگہ ایک نیا عالم نظر آتا ہے ـــــ کہیں وہ باکمال شاعر نظر آتا ہے ـــــ کہیں دیدہ ور فلسفی اور کہیں بے مثل مفتی و فقیہ ـــــ ہر علم و فن میں اس کا یہی عالم ہے۔

اردو تو اس کی اپنی زبان تھی، اس زبان میں اس کا اشہب قلم ہر موضوع اور ہر فن میں ایسا دوڑتا ہے کہ باید و شاید ـــــ اس کے معاصرین علما میں کوئی ایسا عالم پیش نہیں کیا جا سکتا جس کو اردو پر ایسا عبور حاصل ہو، عربی و فارسی کی بات تو الگ رہی ـــــ مولانا حسرت موہانی جیسا سرتاج شعرا اس کے اشعار ورد زبان رکھتا ـــــ اور مرزا داغ جیسا فصیح اللسان اس کے اشعار کی تعریف کرتا ـــــ اس کا قصیدۂ معراجیہ اہل نظر کی نگاہوں میں پوری اردو شاعری پر بھاری ہے ـــــ پڑھتے جائیے ـــــ سر دھنتے جائیے ـــــ کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان میں یہ قصیدہ لکھا ہے ـــــ اس کا ایک قصیدہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) کے ایم۔اے (اردو) کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

اردو تو اس کی اپنی زبان تھی اس میں کمال حاصل کرنا اتنا بڑا کمال نہ تھا جتنا عربی اور فارسی میں ایسا کمال حاصل کرنا کہ خود اہل زبان حیران رہ جائیں ـــــ عربی نظم و نثر میں احمد رضا کی مہارت کو دیکھ کر علمائے عرب نے کہا کہ اس کے سامنے عرب کا فصیح اللسان سحبان بن وائل بھی بے زبان ہے ـــــ اس سے بڑھ کر اور کیا تعریف ہوگی! ـــــ پاک و ہند کی سرزمین میں عربی زبان کے ایسے فصیح اللسان شاذ و نادر ہی پیدا ہوئے ہوں ـــــ کسی زبان میں بول لینا اور لکھ

لینا کمال نہیں ـــــ کمال یہ ہے کہ اس طرح بولے اور اس طرح لکھے کہ خود اہلِ زبان عش عش کر اٹھیں ـــــ یہ ملکہ اہل زبان کے کے ساتھ مدتوں صحبت کے بعد پیدا ہوتا ہے ـــــ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کمال عشق مصطفےٰ کے طفیل حاصل ہوا ـــــ حدیث میں آتا ہے جب کوئی اخلاص سے عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں حکمت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں ـــــ احمد رضا کے اخلاص عمل نے اس کے دل کو مخزن علوم بنا دیا ـــــ وہ فرمانِ محمدی کا زندہ معجزہ تھا ـــــ حدیثیں پڑھتے جائیے، احمد رضا کو دیکھتے جائیے ؛

پاکستان کے ایک محقق، پاک و ہند کی عربی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں ـــــ انھوں نے اپنے مقالے میں احمد رضا کے کمالات شاعری کو بیان کیا ہے اور نمونۂ شاعری پیش کیا ہے ـــــ احمد رضا کو انتقال کئے ۶۲ سال گزر چکے ہیں ـــــ اس کے جانشین اُس کے پڑپوتے علامہ اختر رضا خاں ازھری ہیں ـــــ بڑے متقی اور عالم باعمل ، ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے ـــــ از راہ کرم غریب خانے پر ٹھٹھہ بھی تشریف لائے ـــــ ایک عربی نعت کی فرمائش کی، قلم برداشتہ اُسی وقت لکھدی ـــــ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی زبان نے احمد رضا کے گھرانے میں گھر کر رکھا ہے ـــــ یہ اس گھرانے کا امتیازِ خاص ہے ـــــ

۳

عربی اور فارسی مسلمانوں کی تہذیبی زبانیں ہیں ـــــ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سرزمینِ پاک و ہند میں ان زبانوں کا مستقبل خطرے میں پڑ چکا تھا ـــــ تصنیف و تالیف کا سلسلہ برائے نام رہ گیا تھا ـــــ احمد رضا نے ۱۸۶۸ء سے ان زبانوں میں جس سرعت سے

۵

احمد رضا ایک معاشی اور اقتصادی پروگرام رکھتا تھا ـــــ اس کے نزدیک مال و دولت ہی معاشیات کے ذیل میں نہیں آتے بلکہ وقت بھی ایک عظیم دولت ہے اور اپنی معاشی اہمیت رکھتی ہے ـــــ وقت ایک انمول مہلت ہے ـــــ جس نے وقت کی قدر کی، وقت نے اس کی قدر کی ـــــ جس نے وقت کو برباد کیا، وقت نے اس کو برباد کیا ـــــ وقت کی قدر سیکھنی ہو تو احمد رضا سے سیکھئے ـــــ جس نے زندگی کا ایک لمحہ ضائع نہ کیا ـــــ اس نے ایک ایک لمحہ سے فائدہ اٹھایا ـــــ وہ گفتار و کردار دونوں کا غازی تھا ـــــ اس نے زبان و قلم کی توانائیاں ضائع نہ کیں ـــــ تحریر و تصنیف کا یہ عالم کہ لکھتے لکھتے صبح سے دوپہر ہو جاتی، دوپہر سے شام، شام سے رات اور کبھی کبھی رات سے صبح ـــــ جب لکھنے پر آتے لکھتے چلے جاتے ـــــ چار آدمی مسودات صاف کرتے جاتے ـــــ احمد رضا کی سرعت فکر و تحریر کا یہ عالم کہ نقل کرتے کرتے یہ چاروں عاجز ہو جاتے اور پانچواں ورق تیار ہو جاتا ـــــ یہی وجہ ہے کہ احمد رضا نے اپنی تصانیف اور حواشی و شروح کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے ـــــ اس خصوص میں اس کے معاصرین میں اس کا ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا ـــــ بعض حضرات اس کے مقابل ایک عالم کو لاتے ہیں، اس کی تصانیف کی صرف تعداد بتاتے ہیں ـــــ تصانیف کا نام و نشان بتاتے ہچکچاتے ہیں ـــــ افسوس ہمارے اہل علم بھی جھوٹ بولتے ہیں اور دروغ گوئی کو فروغ دیتے ہیں ـــــ ہاں تو ذکر تھا احمد رضا کا ـــــ احمد رضا نے اپنے عمل سے بتایا کہ وقت کتنا گراں بہا ہے! ـــــ اگر اس کو ڈھنگ سے خرچ کیا جائے تو ایک انسان، ایک جماعت کا کام کر سکتا ہے ـــــ خود تو بنتا ہی ہے،

تصنیف و تحقیق کا سلسلہ شروع کیا وہ حیرت ناک ہے ـــــ افسوس اس کی عربی و فارسی تصانیف اب تک شائع نہ ہوسکیں، ایک دو کتابیں ترکی سے اور چند کتابیں پاک و ہند سے شائع ہوئی ہیں ـــــ لیکن ابھی ایک عظیم ذخیرہ غیر مطبوعہ ہے ـــــ فقہ کی مشہور کتاب شامی پر اس کے وقیع حواشی جدالممتار حیدرآباد دکن میں چھپ چکے ہیں لیکن ابھی شائع نہ ہوسکے ـــــ یہ حواشی علماً اور مفتیوں کے لئے قابل مطالعہ ہوں گے۔ احمد رضا نے عربی اور فارسی میں ۲۰۰ سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں ـــــ اس کی علمی کاوشیں، اس کے عہد کے سارے علمی اداروں کی کاوشوں پر بھاری نظر آتی ہیں ـــــ یہ مبالغہ نہیں، جو پرکھے گا، تائید کرے گا۔

۴

احمد رضا نے منظر اسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو بعض حیثیات سے نہایت ممتاز تھا ـــــ پہلی بات تو یہ کہ اس میں ایسا فاضل جلیل درس دیتا تھا جس کی نظیر عالم اسلام میں نہ تھی ـــــ دوسری بات یہ کہ یہاں کے طلبہ جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرون ممالک سے آتے تھے دوسرے مدارس کے طلبا کی طرح صرف کوٹہ و خیرات پر نہیں پلتے تھے ـــــ احمد رضا اپنی جیب خاص سے ان کیلئے خاص اہتمام کرتا۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ایک فاضلہ نے لکھا ہے کہ احمد رضا عید بقرعید پر طلبا کے لئے نئے نئے کھانے پکواتے ـــــ ان کے دل پسند اور مرغوب کھانے کھلا کھلا کر خوش ہوتے تھے ـــــ وہ اپنے طلبا کو یتیموں کی طرح نہیں پالتا تھا بلکہ بیٹوں کی طرح ان کی پرورش کرتا تھا ـــــ اس کا مدرسہ کھانے کمانے کا ایک ادارہ نہ تھا بلکہ علم و فضل کا ایک سرچشمہ تھا ـــــ احمد رضا سے نہ صرف طلبا بلکہ علما بھی استفادہ کرتے تھے ـــــ بعض علما روس، سعودی عرب اور پاک و ہند وغیرہ سے آتے ـــــ حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں علما نے اس کے سامنے استفتا پیش کیا اور احمد رضا نے عربی زبان میں ایسا فاضلانہ جواب دیا جس کو پڑھ کر علما حرمین حیران رہ گئے۔

ہزاروں کو بنا جاتا ہے۔

(الف) ـــــ قومی معیشت میں احمد رضا نے قرض لینے کی عادت کو نہایت ہی مذموم قرار دیا ـــــ یہ عادت افراد میں ہو یا جماعت اور حکومت میں ـــــ فرد و جماعت سے خود اعتمادی اور حمیت و غیرت کی دولت چھین لیتی ہے ـــــ پوشیدہ صلاحیتیں مردہ ہو کر رہ جاتی ہیں ـــــ قوت عملی ضائع ہونے لگتی ہے ـــــ زندہ قومیں قرض لے کر سود در سود کے بندھنوں میں نہیں بندھا کرتیں ـــــ وہ قرض دیا کرتی ہیں، لیا نہیں کرتیں ـــــ احمد رضا کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" ـــــ یعنی دینے والا ہاتھ، لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ـــــ جن قوموں نے اس حدیث پر عمل کیا انھوں نے معاشی استحکام حاصل کیا ـــــ دور کیوں جائیں چین نے عہد کیا کہ وہ کسی سے قرض نہ لے گا ـــــ پھر دیکھئے وہ کہاں سے کہاں جا پہنچا ـــــ قرض لینے والے اس کی بلندیوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہیں ـــــ مگر حیرت کی کوئی بات نہیں ـــــ بات اصول کی اور اصول پر چلنے کی ہے ـــــ ہندوستان کے مسلمانوں کی بڑی تعداد ہندوؤں کی مقروض تھی ـــــ سود در سود کے بوجھ تلے دبی جا رہی تھی ـــــ جائیدادیں اور زمینیں نیلام ہو رہی تھیں ـــــ خوشحال گھرانے رفتہ رفتہ بدحال ہوتے جا رہے تھے ـــــ احمد رضا نے اس قرض کے خلاف آواز اٹھائی اور اس کے اسباب کو دور کرنے کے لئے نہایت مفید پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا۔ ـــــ انھوں نے مسلمانوں کو خود اعتمادی اور خود نگری کا درس دیا۔

(ب) ـــــ احمد رضا اس بات کے بھی خلاف تھے کہ کوئی قوم اپنے ملک کا خام مال دوسرے ملکوں کو کوڑیوں کے مول دے اور پھر خود ہی تیار شدہ مال

چاندی کے مول خریدے ـــــ ایک ملک خام لوہا برآمد کرتا ہے ـــــ دو تین تولے لوہے کی کیا قیمت ـــــ لیکن جب وہی لوہا گھڑی کی صورت میں درآمد کیا جاتا ہے تو چاندی اور سونے کے مول خریدا جاتا ہے ـــــ اس لئے احمد رضا کا کہنا تھا کہ خام مال کی تیاری کے لئے ملک میں فیکٹریاں لگائی جائیں ـــــ اور افراد کی توانائیوں سے اس خام مال میں زندگی پیدا کی جائے اور پھر یہ سونے چاندی کے مول برآمد کیا جائے ـــــ اس کے نزدیک جو ملک اپنی خام اشیاء برآمد کرتا ہے وہ ناعاقبت اندیش ہے؛

(ج) ـــــ احمد رضا آمد و خرچ میں توازن رکھنے بلکہ آمد بڑھانے اور خرچ گھٹانے کا قائل تھا تاکہ فرد و جماعت دونوں معاشی طور پر مستحکم ہوں۔ سیاسی استحکام کا دار و مدار معاشی استحکام پر ہے اس لئے دور جدید کی سیاست، معاشیات کے ارگرد گھومتی ہے ـــــ اہم مسئلہ آمد کا ہے اور اس سے اہم خرچ کا ـــــ کمانے میں بہت دیر لگتی ہے، خرچ کرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی ـــــ اس لئے خرچ کرنے کے لئے زیادہ دانائی اور احتیاط کی ضرورت ہے ـــــ آج ہمارے مزاج میں فضول خرچی نے جگہ کرلی ہے بلکہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے جو فضول خرچی سے زیادہ خطرناک ہے ـــــ نام و نمود کی خواہش ـــــ شان و شوکت کا اظہار ـــــ ہماری خام خیالی یہ ہے کہ شاید ہمارے شاندار مکانات و محلات ـــــ قیمتی ملبوسات ـــــ رنگ برنگ ماکولات و مشروبات ـــــ لمبی چوڑی موٹریں اور کاریں دیکھ کر دوسرے لوگ متاثر ہوسکیں ـــــ نہیں نہیں حقیقی عظمت اور سچی شوکت تو انسان کی اپنی سیرت و شخصیت سے وابستہ ہے ـــــ سیرت پاک و صاف اور تابناک و روشن ہو تو ٹاٹ پر بیٹھ کر بھی اہل عالم کے دلوں پر حکومت کی جاسکتی ہے ـــــ بلکہ خاک نشینی سے تو وہ ہیبت طاری

نہ کیا ——— یہ پیسہ دوسرے دینی کاموں میں لگا دیا جاتا ———
اللہ رے احتیاط، یہی حال چندے کا تھا ——— دار العلوم منظر اسلام
کا جس زمانے میں وہ خود مہتمم تھا، چندہ اس کے نام سے آتا ——— ایک
ایک پائی کا حساب رکھا جاتا ——— جب کثرت کار کی وجہ سے دار العلوم کا
اہتمام مشکل ہو گیا تو اپنے بیٹے مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب کو مہتمم بنا دیا
جو ایک جلیل القدر عالم اور عارف کامل تھے ——— احمد رضا نے یہ گوارا نہ
کیا کہ وہ مہتمم بنا رہے چندہ اس کے نام سے آتا رہے اور اہتمام کوئی اور کرے
——— جب تک وہ خود پیسے کی دیکھ بھال کرتا رہا چندہ کی ذمہ داری اٹھائی
جب مجبور و مصروف ہو گیا یہ ذمہ داری اپنے صاحبزادے کو تفویض کر دی۔

سیاسی تحریکوں میں تو ہزاروں ادھر سے ادھر ہوتے ہیں ———
کسی کے لئے لیا جاتا ہے، خرچ کہیں اور کیا جاتا ہے ——— جب تحریک
خلافت چلی اور چندوں کی گرم بازاری ہوئی تو احمد رضا نے اسی وقت تاڑ
لیا کہ خلافت کے نام پر لیا جا رہا ہے ——— من مانی مدوں میں خرچ کیا
جا رہا ہے ——— اس نے بروقت ٹوکا ——— مگر کھانے والے کس
کی سنتے ہیں ——— اس کے اندیشے صحیح ثابت ہوئے ——— حال ہی
میں علامہ نور محمد قادری کے تحقیقی مقالات کا مجموعہ نظر سے گزرا جس میں انھوں
نے دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ تحریک خلافت میں جمع ہونے والے
ہزاروں، لاکھوں روپے کانگریس کے کام آئے ——— احمد رضا یہی کہتا
تھا کہ خلافت کا پردہ ہے، کام کچھ اور ہو رہا ہے ——— مگر اغیار نے
ملامت کی ——— اپنے بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے ———
——— احمد رضا کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی ——— جوش و جنوں میں
لوگ آپے سے باہر ہو رہے تھے ——— میدان سیاست کے ساحروں
نے ایسا جادو کیا کہ اچھے اچھوں کی عقلیں جواب دے گئیں ——— مگر

ہوتی ہے جو تخت پر بیٹھنے والوں کو نصیب نہیں ـــــ سچ کہا ہے، خوب کہا ہے ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

(د) ـــــ شریعت نے اسراف و تبذیر کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے یعنی ضرورت کے وقت ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور بلا ضرورت خرچ کرنا ـــــ اسلام نے بلا ضرورت خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اسی سے اس بدعادت کی ہلاکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ـــــ جس فرد اور قوم نے اسراف و تبذیر کے اس گُر کو پالیا وہ کبھی محتاج نہیں ہو سکتا ـــــ احمد رضا نے مسلمانانِ پاک و ہند کو خصوصیت کے ساتھ اِن بری عادتوں کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا ـــــ اس نے اپنا ایک نمونہ عمل پیش کیا ـــــ اس کی کفایت و احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بچا ہوا جھوٹا پانی پھینکنے کا بھی روادار نہ تھا ـــــ اور سخاوت کی کیفیت جو کچھ ہوتا غریبوں کی مدد کے لئے خرچ کر دیا جاتا یا دین کے کاموں میں لگا دیا جاتا ـــــ زندگی بھر کبھی اتنا روپیہ نہ بچا کہ زکوٰۃ فرض ہو جاتی۔

(ھ) ـــــ روپے پیسے کے معاملے میں احمد رضا نہایت ہی محتاط تھا ـــــ خواہ وہ پیسہ بصورت نذر آتا ـــــ چندے کی صورت میں آتا ـــــ احمد رضا نے کبھی نذر نہ مانگی کہ نذر خود پیش کی جاتی ہے، مانگی نہیں جاتی ـــــ جو مانگی جائے، جس کی آرزو رکھی جائے وہ نذر نہیں، بھیک ہے یا مزدوری و جرمانہ ـــــ کوئی از خود نذر دیتا قبول کر لیتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر قبول کرنے کا حکم فرمایا ہے ـــــ مگر جب نذر معاوضے کے طور پر دی جاتی فوراً لوٹا دیتے کہ حضرات انبیاء اور اہل اللہ نے دین کی خدمت کے لئے کبھی مزدوری نہیں لی ـــــ اور ہاں نذر کا یہ پیسہ کبھی اپنی ذات یا اہل خانہ پر صرف

ایک احمد رضا تھا جس پر کسی کا جادو نہ چلا ؛

۲

احمد رضا کی شخصیت ایسی متحرک اور فعّال تھی کہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس کو محسوس کیا گیا اور چلنے والے اس کے نقوش قدم پر چلنے لگے ——— پاک و ہند کے تقریباً ہر صوبہ میں احمد رضا کی آواز بازگشت سنی گئی ——— پاکستان کے صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد وغیرہ میں ہمیشہ اس کے نام لیوا رہے ——— سندھ کے علماء اور دانشوروں نے خود احمد رضا کی حیات میں اور اس کے وصال کے بعد اُس کی خدمات کو سراہا اور خراج عقیدت پیش کیا ——— حرمین شریفین کے ایک مہاجر سندھی عالم نے احمد رضا کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا ——— سندھ کے مشہور ادیب و شاعر جناب سرشار عقیلی مرحوم نے احمد رضا کے وصال پر اپنے ایک مقالے میں خراج عقیدت پیش کیا ——— پروفیسر سیّد محمد عارف نے اپنے ایک مقالے میں سرزمین سندھ میں احمد رضا کی مقبولیت کا جائزہ لیا ہے ——— سندھ کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم درس (مدرسہ درسیہ، کراچی) سے احمد رضا کے خصوصی تعلقات تھے، اسی تعلق خاطر کی وجہ سے احمد رضا کراچی تشریف لائے ——— پنجاب کے عوام و خواص تو احمد رضا کی زندگی سے اس کے گرویدہ بلکہ عاشق ہیں ——— ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک مجلس میں احمد رضا سے شرف نیاز حاصل کیا اور اس کو اپنے اشعار بھی سُنائے ——— پروفیسر مولوی حاکم علی (پرنسپل، اسلامیہ کالج لاہور) تو احمد رضا کے سچے عاشق تھے اور اس کو چودھویں صدی ہجری کا مجدّد کہتے تھے ——— احمد رضا کے خلیفہ مولانا دیدار علی نے لاہور میں ایک مدرسہ قائم کیا اور مسجد وزیر خاں میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے ——— مولانا احمد بخش صاحب نے اپنے عربی قصیدے پر احمد رضا

سے اصلاح لی، یہ طویل قصیدہ راقم کے پاس محفوظ ہے ـــــ مولانا کا تعلق ڈیرہ غازی خاں سے تھا ـــــ اسی طرح اور بہت سی مثالیں ہیں جن پر ایک مستقل مقالہ لکھا جاسکتا ہے ـــــ سرحد والے بھی احمد رضا کے فیض سے محروم نہ رہے ـــــ مولانا عمر جان ہزاروی کے احمد رضا سے خاص مراسم تھے ـــــ سرحد سے طلبا دارالعلوم منظر اسلام میں پڑھنے جاتے تھے ـــــ مولانا محمد امیر شاہ گیلانی مدظلہ نے اپنی کتاب تذکرہ علماء مشائخ سرحد میں ایسے علما کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق احمد رضا یا ان کے دارالعلوم سے رہا ہے ـــــ پشاور کے مولانا محمد زکریا دیوبندی کا خیال تھا کہ اگر احمد رضا نہ ہوتا تو پاک و ہند سے حنفیت ختم ہو چکی ہوتی ـــــ مولانائے موصوف کے پاس احمد رضا کا مشہور و معروف فتاویٰ رضویہ بھی تھا جو انھوں نے مولانا محمد امیر شاہ گیلانی کو عنایت فرمایا ـــــ پشاور کے ایک بزرگ مولانا تاج محمد صدیقی القادری کے کتب خانے سے راقم کو احمد رضا کی بہت سی تصانیف ملیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرحد کے لوگ احمد رضا کی تصانیف سے مانوس تھے ـــــ صوبہ سرحد سے تو احمد رضا کا ایک اور بھی تعلق تھا اور وہ یہ کہ اس کے اجداد کا تعلق قندھار کے ایک خاندان سے تھا، گویا احمد رضا کے اجداد سرحد کے پڑوسی تھے بلکہ اس زمانے میں تو سرحد بھی دہلی کے صوبہ کابل میں شامل ہوگا ـــــ اسی تعلق کی وجہ سے کابل یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالشکور خاں شاد نے لکھا ہے کہ "احمد رضا کی حیات اور کارناموں سے متعلق جملہ معلومات آریانا دائرۃ المعارف میں شامل کر لینی چاہیئے" ـــــ الغرض احمد رضا جس طرح ہندوستان کے صوبوں میں مقبول و معروف تھا اسی طرح پاکستان کے صوبوں میں بھی مقبول و معروف تھا ـــــ نہ صرف پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں اس کا چرچا تھا جس کا اندازہ "امام احمد رضا اور عالم اسلام" کے مطالعہ سے ہوگا۔ یہ کتاب مستقبل قریب میں پاکستان سے شائع ہونے والی ہے،

۱

۶

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے ـــــ ۱۹۲۰ء میں ایک سیاسی انقلاب آیا اور پاک و ہند کے حالات کچھ اور بدلے ـــــ مسلمانوں میں فکری اور نظری تبدیلیاں پیدا ہوئیں لیکن بقول ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مسلمان عوام پر احمد رضا کا اثر رہا ـــــ لیکن ایک طبقہ سیاسی اور نظری اختلافات کی بنا پر احمد رضا کا مخالف ہوگیا اور انتقام کے درپے ـــــ چنانچہ مکروہ پروپیگنڈے سے احمد رضا کے خلاف کردار کشی کی زبردست مہم چلائی جس کے اثرات نصف صدی تک باقی رہے اور اہل علم یہ سمجھتے رہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے شاید یہی صحیح ہے ـــــ اس طرح برسوں اہل علم کی آنکھوں سے احمد رضا کی شخصیت چھپی رہی۔

احمد رضا پر ایک الزام یہ لگایا کہ اس نے ملت کو گروہوں میں تقسیم کرایا چنانچہ ابوالحسن علی ندوی نے نزہتہ الخواطر کے تکملہ میں حیات احمد رضا کی دل کھول کر تعریف کی ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ملت میں انتشار اس نے پیدا کیا اور تفرقہ کی بنیاد ڈالی ـــــ اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں، تفرقہ مٹانے والے کو تفرقہ انداز کہنا درحقیقت تفرقہ اندازی کی ہمت افزائی کرنا ہے، جو اہل حق کو زیب نہیں دیتا ـــــ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ احمد رضا نے کسی نئے عقیدے اور فکر کی بنیاد ڈالی ـــــ لیکن حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا نے نہ کسی عقیدے کی بنیاد ڈالی اور نہ کسی فکر کی ـــــ ہاں قدیم عقائد و افکار کو زندہ ضرور کیا ـــــ انقلاب ۱۸۵۷ء سے کچھ پہلے اور بعد ان عقائد و افکار کو ختم کرنے کی کوششیں شروع ہو چکی تھیں ـــــ انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی ـــــ اس نے دیکھا کہ قرآن کی محبت ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور حضرات اہل اللہ کی عقیدت و محبت مسلمانوں

کی طاقت کا اندازہ ہے ـــــ چنانچہ اسی زمانے میں بعض ایسی تفسیریں لکھی گئیں کہ ایمان ڈانواڈول ہونے لگا ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کو موضوع بحث بنا کر محبت وعشق کو ضعیف کیا گیا ـــــ انبیاؑ اور اہل اللہ کو اللہ کا عاجز بندہ بنا کر مسلمانوں کو ان سے روگرداں کیا گیا اور اس صف میں کھڑا کر دیا جہاں ابلیس نے تکریم آدم سے انکار کیا تھا ـــــ ایسے ایسے فتوے لکھے گئے کہ علماً سابقین ولاحقین سب کافر و مشرک قرار پائے ـــــ حالانکہ ان حضرات کے وہی عقائد تھے، صدیوں سے جن پر مسلمان اکثریت کاربند رہی تھی ـــــ نہریں اور ندی نالے دریا سے نکلتے ہیں ـــــ دریا کو کوئی ندی نالہ نہیں کہتا ـــــ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ دریا کو ندی کہا جانے لگا اور ندی کو دریا ـــــ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت ہمارے سامنے جو فرقے موجود ہیں، ان کی اکثریت بلکہ ماسوائے ایک دو کے سب انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد کی پیداوار ہیں کہ ؎

غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

۲

احمد رضا نے کسی جماعت سے ہٹ کر کوئی نیا فرقہ نہیں بنایا ـــــ ان کی محققانہ تصانیف دیکھئے وہ وہی بات کہتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے ـــــ سچی سچی باتیں کہتے ہیں ـــــ کاٹ چھانٹ نہیں کرتے ـــــ کچھ دکھاتے اور کچھ چھپاتے نہیں ـــــ قرآن وحدیث سے تو اور بھی کہتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احمد رضا صرف قرآن وحدیث کی باتیں کرتا ہے ـــــ اپنے من کی باتیں اس میں نہیں ملاتا ـــــ خوب غور کریں، معلوم ہوگا کہ جس وقت سواد اعظم انتشار کا شکار تھا ـــــ

ـــــ ملّت کو گروہوں میں بانٹا جارہا تھا ـــــ احمد رضا ہی وہ مرد مجاہد تھا جس نے ملّت کو پارہ پارہ ہونے اور ٹکڑیوں میں بٹنے سے بچایا اور صداقتوں کو آشکار کیا ـــــ یہ ستم ظریفی ہے کہ جس نے گروہ بندی کے خلاف جہاد عظیم کیا اس کو فرقہ پرست اور فرقہ بند کہا گیا ـــــ احمد رضا نے وہی عقائد و افکار پیش کئے جو ہر زمانے اور عہد میں پیش کئے گئے ـــــ وہ عقائد و افکار دورِ غلامی کی یادگار نہ تھے، بلکہ دورِ آزادی کی یادگار تھے ـــــ وہ عرب و عجم میں مشہور و معروف تھے ـــــ احمد رضا کا اضطراب فطری اضطراب تھا، کیوں کہ ہر نیا فرقہ سوادِ اعظم اہل سنت سے ہی افرادی قوت حاصل کر رہا تھا، اس کے اپنے پاس کیا تھا؟ ـــــ احمد رضا نے وہی بات کہی اور وہی پیغام دیا جو صدیوں سے دیا جارہا تھا ـــــ جس کو بھولنے والے بھول گئے تھے ـــــ جس کو بھلانے والے بھلا رہے تھے ـــــ احمد رضا نے بھولی باتوں کو یاد دلایا اور بتایا ہمارے اسلاف کس طرح سوچتے تھے ـــــ ہمارے اسلاف کس طرح عمل کرتے تھے ـــــ ان کی سوچ کا انداز کیا تھا۔ ـــــ ان کے عمل کا انداز کیا تھا ـــــ احمد رضا نے آفاقیت کے لئے کوشش کی ـــــ گو ان کا آفاقی پیغام "بریلویت" کے نام سے جانا پہچانا گیا، یہ اس لئے کہ احمد رضا اہل سنت کا نشان بن گیا ـــــ احمد رضا اہل سنت کی علامت بن گیا ـــــ احمد رضا "بریلی" کے رہنے والا تھا اس لئے اس کے آفاقی پیغام کو بریلی سے نسبت دی جانے لگی اور "بریلویت" سے تعبیر کیا جانے لگا ـــــ دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے "سنی" بستے ہیں جو "بریلویت" کی اصطلاح تک سے واقف نہیں مگر عقائد وہی رکھتے ہیں، جن کی تبلیغ و اشاعت احمد رضا نے کی۔ پاک و ہند میں لاکھوں ایسے مسلمان رہتے ہیں جو خود کو بریلوی نہیں کہتے

لیکن جب ان کے عقائد و افکار کا مطالعہ کریں گے تو احمد رضا کا ہم نوا پائیں گے ـــــ تو دراصل "بریلویت" "آفاقیت" کا دوسرا نام ہے ـــــ احمد رضا سے پہلے بھی عقائد و افکار تھے ـــــ اس وقت تو 'بریلویت' کی اصطلاح کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ آئی ہوگی ـــــ احمد رضا نے کسی نئے عقیدے اور فکر کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ سلف صالحین کے مسالک اور ان کے افکار و عقائد کو زندگی بخشی اسی لئے آپ کو علماء عرب و عجم نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔

۳

سوچنے کی بات ہے کیا چودہ سو برس سے دین کو جس طرح سمجھا گیا، وہ صحیح نہ تھا؟ ـــــ کیا اتنی عقلیں کسی غلط خیال پر جم سکتی ہیں؟ ـــــ کیا اتنے قدم کسی غلط راہ پر چل سکتے ہیں؟ ـــــ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ـــــ پھر عقلیں بھی روشن و تابناک اور قدم بھی مبارک و مقدس ـــــ! کیا اس صدی کے نئے نئے خیال اور نئی نئی سوچ رکھنے والے دین کو صحیح طور پر سمجھے، اس سے پہلے اور کوئی نہ سمجھا؟ ـــــ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے ـــــ ہاں حق وہی ہے جو برابر ایک طرح چلتا رہا ہے ـــــ سچ وہی ہے جو صدیوں سے یکساں چلا آرہا ہے ـــــ احمد رضا نے یہی سچ پیش کیا جس کو چھپایا جارہا تھا ـــــ جس کو دبایا جارہا تھا ـــــ سمجھنے والے ان کو سمجھے ہوئے تھے ـــــ پرکھنے والے ان کو پرکھے ہوئے تھے ـــــ مگر نام زبانوں پر آتے آتے رک جاتا تھا۔ ـــــ مگر وہ پروپیگنڈے کی دبیز تہوں میں حقیقت گم ہوچکی تھی۔ ـــــ مگر دلوں میں یاد موجود تھی ـــــ دماغوں میں بات محفوظ تھی ـــــ اگر ایسا نہ ہوتا تو گرد و غبار صاف ہوتے ہی یوں سب اس کے گن نہ گانے لگتے ـــــ کوئی اچانک یوں اچھا نہیں ہوجاتا ـــــ

شخصیت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے ایک زمانہ چاہیے ـــــ مگر یہاں عالم یہ ہے کہ جب تار عنکبوت تار تار ہوا ـــــ حقائق سامنے آئے۔ ـــــ اہل علم یوں بول اٹھے گویا دبستاں کھل گیا ـــــ ایک وہ زمانہ تھا جب کسی علمی مجلس میں احمد رضا کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا، کام کرنا تو دور کی بات ہے ـــــ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ علماً، ادباً، شعراً، دانشور ڈاکٹر، پروفیسر، مؤرخ، محقق، کمانڈر، جج اور وزیر جو ہے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے ـــــ دیکھتے دیکھتے ان حضرات کے تاثرات کا ایک عظیم ذخیرہ سامنے آگیا ـــــ اب تک ان تاثرات پر مشتمل آٹھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ـــــ ایک عربی میں باقی اردو میں ـــــ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے لوگوں نے احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کیا ہوگا ـــــ اور ابھی بہت سے تاثرات منتظر اشاعت ہیں اور بہت سے رفتہ رفتہ سامنے آتے جا رہے ہیں ـــــ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کے پروپیگنڈے نے اہل قلم کی زبانیں بند کر رکھی تھیں مگر دل مچل رہے تھے ـــــ اب تڑپ تڑپ کر جذبات و خیالات باہر آرہے ہیں ـــــ ایک سیلاب ہے جو تھمائے نہیں تھمتا ـــــ ایک طوفان ہے جو روکے نہیں رکتا ـــــ بند باندھنے والوں کے ہاتھ شل ہو گئے ـــــ عقلیں جواب دے گئیں۔ ـــــ سیلاب ہے کہ اُمنڈا چلا آرہا ہے۔

احمد رضا کی شخصیت ایسی تابناک ہے کہ ملک و بیرون ملک محققین برابر متوجہ ہو رہے ہیں ـــــ بعض جامعات میں کام ہو رہا ہے اور بعض جامعات میں کام ہو چکا ہے مثلاً لندن یونیورسٹی، لیڈن یونیورسٹی، کیلیفورنیا یونیورسٹی، ازہر یونیورسٹی، جبل پور یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی، وغیرہ وغیرہ ـــــ تحقیقی کام کے علاوہ احمد رضا کی حیات اور افکار پر اب تک پانچ سو سے زیادہ مضامین و

مقالات اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں ـــــ یہ اعداد و شمار سندھ یونیورسٹی کی ایک ریسرچ اسکالر نے کتابی صورت میں مرتب کئے ہیں جو مستقبل قریب میں لاہور سے شائع ہو جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ ـ اگر مزید تحقیق کی جائے تو مضامین و مقالات کی یہ تعداد بڑھ سکتی ہے ـــــ ویسے یوم امام احمد رضا کے موقع پر ہر سال کم از کم بیس تیس مضامین و مقالات کا اضافہ ہوتا ہے؛

۴

جب احمد رضا کا ملک و بیرون ملک چرچا ہونے لگا اور محققین و دانشوروں کی تیرہ سالہ جد و جہد رنگ لائی تو یہ بات احمد رضا کے مخالفین کو نہ بھائی ـــــ وہ فکر میں پڑ گئے، کریں تو کیا کریں ـــــ ایک فاضل نے یہاں تک فرمایا کہ احمد رضا کو ہم تو دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر نے قبر سے نکالا ہے اب دوبارہ دفن کرنے میں نصف صدی لگے گی۔ ـــــ ان جملوں سے فکر و تشویش کے عالم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ـــــ چار و ناچار وہی پرانا حربہ یاد آیا اور جس طرح مکروہ پروپیگنڈے سے ساٹھ ستر سال پہلے کردار کشی کی مہم چلائی تھی، اب پھر وہی مہم چلائی اور ایک دور کی کوڑی نکال کر لائے ـــــ انکشاف یہ فرمایا کہ احمد رضا نے قرآن کے اردو ترجمے میں بہت سی فاحش غلطیاں کی ہیں ـــــ اہل عرب جن کو اردو نہیں آتی ان کو باور کرایا گیا کہ ایسا ہی ہے ـــــ انکشاف کرنے والے بھلے مانس مسلمان معلوم ہوتے تھے ـــــ ان کو یقین آ گیا اور بعض عرب ممالک میں اس ترجمے پر پابندی لگا دی گئی۔ پابندی لگتے ہی اس کی تشہیر شروع کر دی اور احمد رضا کے خلاف طرح طرح کے مطالبے ہونے لگے؛

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے ستر برس ہوئے کہ احمد رضا نے یہ

ترجمہ مکمل کیا اور پھر مراد آباد سے شائع ہوا ـــــ یہ وہ دور تھا کہ جب جانبین کے مکاتیب فکر میں ایسے ایسے علماً موجود تھے، آجکل کا کوئی عالم ان کا پاسنگ نہیں ـــــ اُن میں سے کسی کو ترجمے میں غلطی نظر نہ آئی ـــــ مخالفین کو بھی خردہ گیری کی جرأت نہ ہوئی یہاں تک کہ ستر سال کا طویل عرصہ گزر گیا ـــــ پھر پاکستان میں گزشتہ تیس سال سے لاکھوں کی تعداد میں یہ ترجمہ چھپ کر شائع ہو رہا ہے آج تک کسی عالم نے غلطیوں کی نشاندہی نہ کی ـــــ لیکن آخر یہ شور و غوغا کیوں ہے ـــــ؟ اس شور و غوغا سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ گزشتہ تیرہ چودہ برسوں میں احمد رضا کا جو نام روشن ہوا ہے، اس پر خاک پڑ جائے گی ـــــ یہ تحقیق بعد میں ہوتی رہے گی، غلطیاں ہیں یا نہیں ـــــ پھر یہ مسئلہ اہل علم کا ہے، عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ـــــ وہ قرآن سے والہانہ عشق رکھتے ہیں یقیناً اس سے نفرت کرنے لگیں گے جس کے متعلق یہ سنیں گے کہ اس نے قرآن کے ترجمے میں غلطیاں کی ہیں ـــــ مخالفین نے پروپیگنڈے کے لئے یہ حساس پہلو تلاش کیا ہے اور یہ کام سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والوں کا ہو سکتا ہے۔

اگر احمد رضا کی شخصیت پہلے کی طرح پوشیدہ ہوتی تو شائد اس ترجمے سے زیادہ کامیابی ہو سکتی لیکن جب کہ ان کی شخصیت کا ہر پہلو سامنے آ گیا ہے اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ علم و فضل میں وہ یکتائے روزگار تھے تو یہ حربہ وہیں کامیاب ہو سکتا ہے جہاں احمد رضا کا تعارف نہیں ـــــ سوچنے کی بات ہے جو قرآن کا ماہر اور عربی زبان کا ایسا ماہر ہو جس کی عربی دانی کی خود اہل عرب نے داد دی ہو اور اردو زبان میں وہ کمال پیدا کیا ہو کہ اردو کے بڑے بڑے شعراء و ادباً اس کو تحسین و آفریں کہتے ہوں، کیا وہ قرآن کے ترجمے میں غلطی کر سکتا ہے؟ ـــــ اگر وہ غلطی کر سکتا

ہے تو پھر کسی بھی اُردو ترجمے کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ غلطیوں سے مبرّا ہے کیوں کہ علم و فضل میں اُردو کے سارے مترجمین سے وہ بلند و بالا ہے۔

۵

اس پروپیگنڈے سے ایک مقصد تو احمد رضا کو بدنام کرنا ہے ـــــ ـــــ دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ تجارتی سطح پر احمد رضا کے ترجمے کی نکاسی روکی جائے ـــــ گزشتہ چند برسوں میں احمد رضا کے ماننے والے ایشیا افریقہ، امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں ـــــ سب کے سب مالی طور پر مستحکم ہیں اور اُردو لکھتے پڑھتے ہیں، احمد رضا کے ترجمے کو پسند کرتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں منگاتے ہیں اس سے مخالفین کے تراجم کی نکاسی متاثر ہوئی، ظاہر ہے ایک تاجر یہ کیسے پسند کرے گا کہ دوسرے کی گرم بازاری، اس کی سرد بازاری کا باعث ہو ـــــ اس لئے ترکیب یہ سوجھی کہ ممالک اسلامیہ میں اس ترجمے پر پابندی لگواؤ تاکہ یہ ترجمہ وہاں نہ جاسکے، لامحالہ لوگ مخالفین کے ترجمے پڑھیں گے، اس کے علاوہ ایک یہ بھی فائدہ ہوگا جب لوگ پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر بدگمان ہوں گے تو نہ صرف عرب بلکہ دوسرے ملکوں اور پاک و ہند میں بھی اس ترجمے کی نکاسی متاثر ہوگی اور رفتہ رفتہ اس کو منظر سے ہٹا دیا جائے گا ـــــ لیکن سُنا یہ ہے کہ جب سے پابندی لگی ہے یہ ترجمہ لاکھوں کی تعداد میں بک رہا ہے، گویا:۔

ع ہے ابتداء ہماری تری انتہا کے بعد

بہرحال راقم کی نظر میں مخالفت کی وجہ علمی اور مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ اور تاجرانہ ہے ـــــ رقابت و عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کردیتی ہے اور اس پست سطح پر لے آتی ہے جہاں خود متعصب و عنید اپنے آپ کو یا کر اپنے ضمیر کے سامنے نادم و سرمشار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ آمین!

۶

ہماری تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ جنھوں نے دین و ملت کی بے لوث خدمت کی وہ پسِ منظر میں چلے گئے ـــــ اور جنھوں نے ان کے مقابلے میں معمولی خدمات انجام دیں، مبالغہ آرائی سے ان خدمات کو رائی کا پہاڑ بنا کر دکھایا گیا ـــــ پڑھنے والے چاہ ظلمات میں حقائق کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے ـــــ پتا نہیں چلتا ـــــ تاریخ نگاری کا یہ عظیم المیہ ہے ـــــ پچھلوں نے چند شاعروں، چند نثر نگاروں، چند عالموں، چند مجاہدوں کے نام دے دیئے ـــــ برسوں سے وہی چلے آرہے ہیں ـــــ کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ان کے علاوہ بھی کوئی ہے؟ ـــــ پوچھنا تو درکنار جمود کا یہ عالم ہے کہ کوئی لایا بھی جائے ـــــ کوئی دکھایا بھی جائے تو دیکھتے نہیں ـــــ نظریں پھیر لیتے ہیں، آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں ـــــ کانوں میں روئی ٹھونس لی ـــــ کوئی دکھائے تو کیا دکھائے اور سنائے تو کیا سنائے؟ ـــــ صوفیہ اور علمائے حق کا عظیم گروہ جس نے میدان ادب، میدان سیاست اور میدان علم و دانش میں اہم کردار ادا کیا، ان کا ذکر تک نہیں ـــــ تاریخ و ادب کی کتابوں میں یا تو ان کا ذکر تک نہیں اور ہے تو سرسری ـــــ اس حقیقت کو پاکستان کے شہرۂ آفاق مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک علمی مجلس میں برملا اظہار کیا اور فرمایا اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تاریخ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب یکطرفہ ہے غالباً ان کی مراد تاریخ پاک و ہند سے تھی ـــــ اگر یہ بیان صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ جو اس کی صحت سے انکار کیا جائے تو ہم کو پوری تاریخ پر نظر ڈالنی ہوگی خصوصاً تاریخ پاکستان و ہندوستان پر ـــــ اور جو

اہم مواد مؤرخین و محققین نے چھوڑ دیا ہے یا ان سے چھوٹ گیا ہے اس کو تاریخ میں شامل کرنا ہوگا۔"

مؤرخ کی نظر شش جہات میں ہونی چاہیے ـــــ وہ ساحل پر پڑے ہوئے گھونگوں سے سروکار نہیں رکھتا ـــــ قعر دریا میں غوطہ زن ہوکر گوہر ہائے آبدار نکالتا ہے ـــــ مگر بعض مورخوں نے گھونگوں کو موتی سمجھ کر تاریخ کو سجایا ـــــ حقائق سے منہ موڑا ـــــ اب حقائق وشواہد خود بخود نکلے چلے آتے ہیں ـــــ مؤرخ و محقق حیران ہیں ـــــ پشیمان ہیں کہ ہم نے کیا کیا ـــــ تاریخ کو کیا سے کیا بنا دیا۔ جب آفتاب طلوع ہونے لگا ـــــ تاریکیاں چھٹنے لگیں ـــــ روشنیاں پھیلنے لگیں ـــــ تو ظلمت کے مارے پریشان ہونے لگے ـــــ سارا عالم جگمگا رہا ہے ـــــ ہر زبان پر نور علی نور ہے ـــــ مگر وہ جنھوں نے اندھیریوں سے دوستی کی ٹھانی ہے انکار پر انکار کیے جاتے ہیں ـــــ اور الزام پر الزام لگائے جاتے ہیں ـــــ نئے نئے الزام ـــــ نئے نئے اتہام ـــــ جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں ـــــ اللہ اللہ جہل کے بازار میں علم و دانش نیلام ہو رہے ہیں ـــــ بولیوں پر بولیاں لگ رہی ہیں ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۷

مگر ماننے والے مان رہے ہیں ـــــ تسلیم کرنے والے تسلیم کر رہے ہیں ـــــ بلاشبہ احمد رضا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ تھا۔ ـــــ علمائے حرمین نے سچ کہا ـــــ جب اس کی یاد آتی ہے، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے ـــــ بیشک احمد رضا فنا فی الرسول تھا ـــــ سب نے مانا ہے ـــــ سب نے تسلیم کیا ہے مخالف نے بھی، موافق نے بھی ـــــ تو پھر بتاؤ عاشق رسول غلط راہ پر

کیسے چل سکتا ہے ؟ ـــــ اس کے ماننے والے ـــــ اس کی راہ پر چلنے والے غلط کار نہیں ہو سکتے ـــــ گمراہ نہیں ہو سکتے ! ـــــ

۸

پاک و ہند کے مسلمان غریبوں مسکینوں کی اکثریت اس کی ماننے والی ہے ـــــ اور ہمارے ملک میں غریب ہی اکثریت میں ہیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے جنت کا معائنہ کیا تو اہل جنت میں سب سے زیادہ غریبوں اور ناداروں ہی کو پایا ـــــ تو اسلام کو غریبوں میں تلاش کیجئے ـــــ مسکینوں میں تلاش کیجئے ـــــ وہ غریب، وہ مسکین جو دین کے نام پر دماغوں کو نہیں اُجاڑتے ـــــ جو دین کے نام پر دلوں کو ویران نہیں کرتے ـــــ جو دین کے نام پر خونِ مسلم کی ہولی نہیں کھیلتے ـــــ جو دین کے نام پر اقتدار و حکومت کی ہوس نہیں رکھتے ـــــ جو جان و مال قربان کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے ـــــ تماشائی بنے کھڑے نہیں رہتے ـــــ آتش نمرود میں کود جاتے ہیں ـــــ زمانے نے انھیں آزمایا ہے ـــــ ہم نے بھی دیکھا ہے ـــــ آپ نے بھی دیکھا ہے ـــــ احمد رضا نے اپنے عقیدت مندوں اور ماننے والوں میں اسلام کے لئے فداکاری اور جاں نثاری کی ایسی روح پھونکی کہ جب وقت نے آزمایا، جان ہتھیلیوں پر رکھے چلے آئے ـــــ احمد رضا نے مسلم معاشرے میں ایک انقلاب برپا کیا ـــــ دلوں کو گرمایا ـــــ روحوں کو تڑپایا ـــــ اور مستقبل میں آنے والے اسلامی انقلابیوں کی راہ ہموار کی ـــــ زندہ باد، اے احمد رضا، زندہ باد !

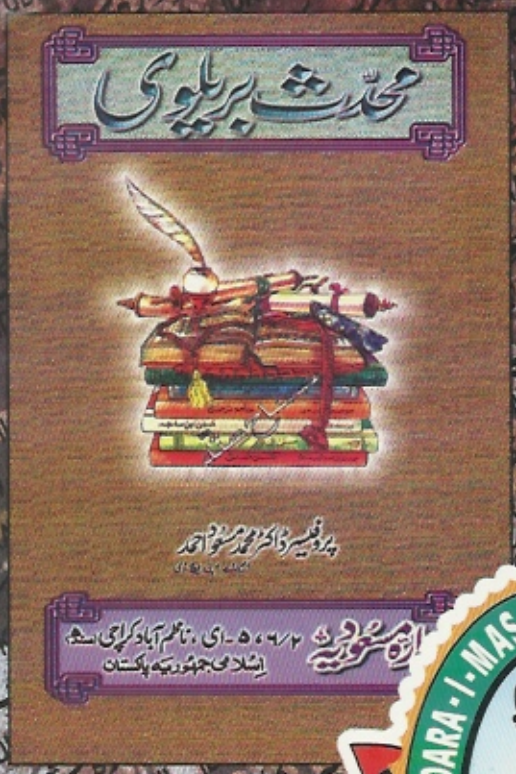

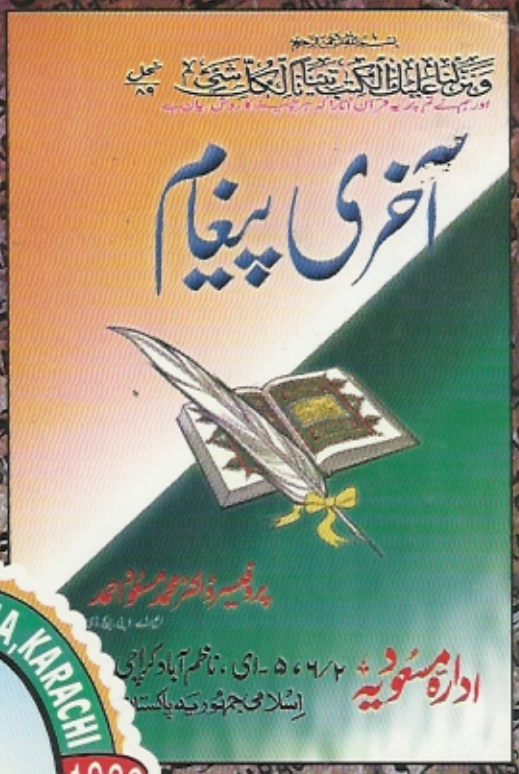

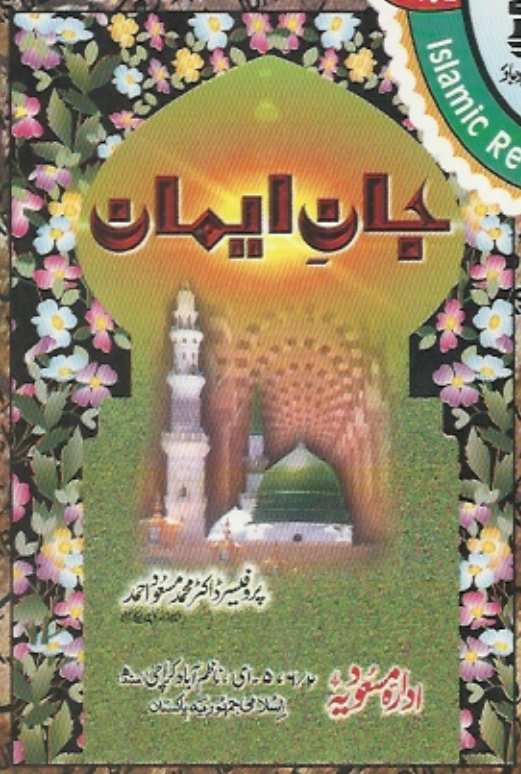

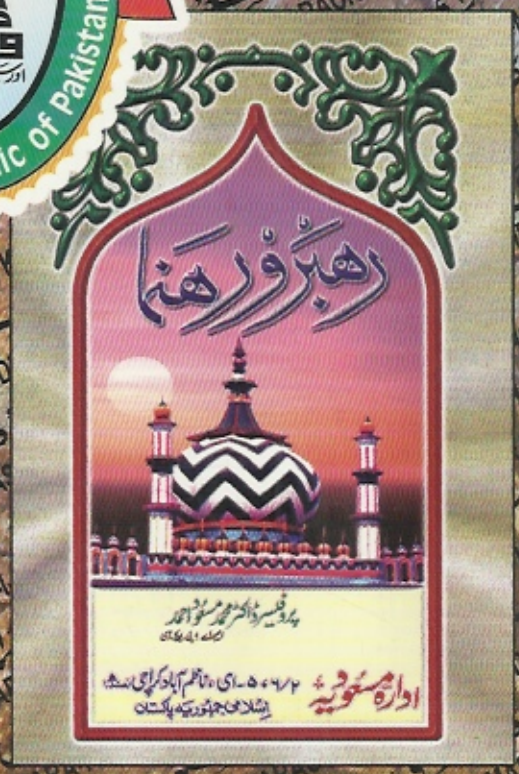

IDARA-I-MAS'UDIA, KARACHI
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan
اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ
Designed by AL-HADI GRAPHICS 0300-2196467